علم دین کی ترویج واشاعت
اسباب اور ذرائع
محمد حسان رضا قادری مصباحی
ناشر
مجلسِ اصحابِ قلم
نوری مسجد ۷/اے بی، تلجلا روڈ، کولکاتا-۷۰۰۰۴۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بلّغوا عنّی ولو آیة

میری تعلیم لوگوں تک پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔ (بخاری)

علمِ دین کی ترویج واشاعت

اسباب اور ذرائع

محمد حسّان رضا قادری مصباحی

ناشر
مجلسِ اصحابِ قلم
نوری مسجد ۷/ابی، تلجلا روڈ، کولکاتا-۷۰۰۰۴۶

نام کتاب : علمِ دین کی ترویج واشاعت-اسباب اور ذرائع

تالیف : محمد حسان رضا قادری مصباحی

تقدیم : حضرت مفتی محمد رحمت علی مصباحی دام ظلہ النورانی
(بانی ومہتمم: دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ وجامعہ عبداللہ ابن مسعود، کولکاتا)

تصحیح ونظر ثانی : حضرت مولانا محمد طفیل احمد مصباحی (نائب مدیر ماہنامہ اشرفیہ)

پروف ریڈنگ : مفتی محمد امام الدین برکاتی مصباحی (گریڈیہ، جھارکھنڈ)
مولانا محمد جاوید عالم مصباحی (ممبئی)

کمپوزنگ : مولانا محمد فصیح الرحمان مصباحی (ویشالی)

تزئین کار : مہتاب پیامی

سن اشاعت : ۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴ء

تعداد : ۱۱۰۰

صفحات : ۵۶

قیمت :

بموقع : عرس حضور حافظ ملت وجشن دستار فضیلت
یکم جمادی الآخرہ ۱۴۳۵ھ مطابق ۲/ اپریل ۲۰۱۴ء

ناشر : مجلس اصحاب قلم، کولکاتا ۴۶

............(ملنے کے پتے)............

- مجلس اصحاب قلم، نوری مسجد، ۷/ اپی تلجلا روڈ، کولکاتا ۴۶
- دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفےٰ، ۷/ اپی تلجلا روڈ، کولکاتا ۴۶
- جامعہ عبداللہ ابن مسعود، ۹۲/ ویسٹ چوباگا (اے/۱۵ گلشن کالونی) کولکاتا ۱۰۰
- دارالعلوم قادریہ معتبریہ، بشرام پور، امام گنج، گیا (بہار)
- صفّہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آف کولکاتا، جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی
- بیدار فاؤنڈیشن رجسٹرڈ ویشالی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

آئینۂ کتاب

شرف انتساب

استاذ العلما جلالۃ العلم حافظِ ملت حضرت علامہ
شاہ **عبد العزیز** محدث مرادابادی علیہ الرحمۃ والرضوان
(ولادت: ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء-- وصال: ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء)
کے نام
جنھوں نے علم دین کی ترویج واشاعت کے لیے
اہل سنت وجماعت کا دینی ادارہ جامعہ اشرفیہ قائم کر کے
پوری جماعت اہل سنت پر احسان فرمایا۔
اور
اپنے والدین کریمین کے نام
جنھوں نے حصول علم دین کے لیے مجھے آمادہ کیا
اور جن کی صالح تربیت اور دعاے سحر گاہی کی برکتوں سے
میں اس حقیر خدمتِ دین کے لائق ہوا۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

محمد حسان رضا مصباحی
۸۹/بی، مارٹن پاڑہ (سیکنڈ فلور) کولکاتا ۷۰۰۰۰۱
Mob:08808401870- 08442907395
E-mail:razamisbahi14@gmail.com

کچھ اپنی باتیں

جتنا دیا سرکار نے مجھ کو اُتنی میری اوقات نہیں
یہ تو کرم ہے اُن کا ورنہ مجھ میں ایسی بات نہیں

یہ کتاب ”علم دین کی ترویج واشاعت: اسباب اور ذرائع“ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، تصنیف و تالیف اور تحریر و قلم کے میدان میں میری پہلی کوشش ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ ہمارے اسلاف کرام نے کوئی ایسا موضوع نہیں چھوڑا جس پر کما حقہ روشنی نہ ڈالی گئی ہو۔ تحریر و قلم کے اس میدان میں مجھ جیسے بے بساط کا کچھ لکھنا آفتاب کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، لیکن اس ترتیب و تالیف کا مقصد صرف یہ ہے کہ میرا نام بھی یوسف کے خریداروں میں آجائے۔

مجھے اس لائق بنانے میں سب سے اہم کردار میرے والد محترم حضرت علامہ مفتی محمد رحمت علی مصباحی تیغی قادری اطال اللہ عمرہ (بانی و مہتمم: دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفٰے و جامعہ عبداللہ ابن مسعود، کولکاتا) کا ہے کہ جنھوں نے مجھے حصولِ علم دین کے لیے آمادہ کیا، ہر طرح کی ضروریات پوری کی اور دستار فضیلت کے پر بہار موقع پر ایک کتاب ترتیب دینے کا حکم دیا، جس کا نام ”علم دین کی ترویج واشاعت: اسباب اور ذرائع“ تجویز فرمایا۔ اور ساتھ ہی اس کتاب کے حسن کو دوبالا کرنے کے لیے ایک گراں قدر مقدمہ بھی تحریر فرمایا۔

حضرت علامہ مفتی محمد نسیم مصباحی (استاذ و مفتی جامعہ اشرفیہ مبارک پور) جن کی سرپرستی میں راقم الحروف نے جامعہ اشرفیہ میں اپنے تعلیمی سفر کو آگے بڑھایا، انھوں نے اس کتاب کو ملاحظہ فرمایا، اور کلمات تحسین و تبریک سے نواز کر میری ہمت افزائی کی۔

میں ان دونوں بزرگوں کی کرم فرمائی پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں۔ خدائے پاک اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقہ و طفیل ان کا سایۂ عاطفت تا دیر قائم رکھے، انھیں ان کی دینی خدمات کا صلہ عطا فرمائے۔ (آمین)

اس موقع پر میں ممنون اور شکر گزار ہوں حضرت مولانا طفیل احمد مصباحی (نائب مدیر: ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور) کا، جنھوں نے میری گزارش واقعی پر اس کتاب کو اپنی خصوصی توجہ سے کامل طور پر مزین کرنے میں مدد فرمائی، نیز انھوں نے اپنا قیمتی وقت صرف فرما کر اس کتاب کو از اول تا آخر ملاحظہ فرمایا، بیش قیمت اصلاحات فرما کر اس کو قابل استفادہ بنایا اور ایک وقیع تقریظ لکھ کر میرا حوصلہ بڑھایا۔ اور ساتھ ہی میں شکر گزار ہوں حضرت مولانا مجاہد

حسین حبیبی دام ظلہ (چیف ایڈیٹر: سہ ماہی تبلیغ سیرت، کولکاتا) کا کہ انھوں نے بھی اس کتاب کا بغور مطالعہ کیا اور اپنے تاثر سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو علم دین کی مزید ترویج واشاعت کی توفیق دے اور انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے استاذ گرامی وقار حضرت مولانا افتخار احمد مصباحی (شائق ویشالوی)، مخلص وکرم فرما حضرت علامہ مفتی محمد امام الدین برکاتی مصباحی (گریڈیہ، جھارکھنڈ)، رفیق گرامی حضرت مولانا ندیم سرور (گیا)، اور محب گرامی حضرت مولانا عبدالخالق مصباحی (ہگلی)، کا شکریہ ادا نہ کروں؛ کیوں کہ ان حضرات نے بھی ہر قدم پر میری رہ نمائی فرمائی اور مفید مشوروں سے نوازا۔

مذکورہ بالا اربابِ علم ودانش کی نظرِ ثانی اور اصلاحات کی بنا پر امید ہے کہ کتاب لائق مطالعہ اور قابل استفادہ ہوگی نیز خامیوں سے محفوظ ہوگی۔ پھر بھی قارئین کرام سے گزارش ہے کہ دورانِ مطالعہ اگر کوئی خامی نظر آئے تو مطلع فرما کر شکریہ کا موقع دیں اور اسے ہماری غیر ارادی کوتاہی پر محمول فرمائیں، اور خوبیوں کو ان بزرگوں اور کرم فرماؤں کی دقت نظر اور ژرف نگاہی کا نتیجہ سمجھیں۔

یہ تحریری کام ہمارے لیے بہت دشوار تھا۔ مگر ہمارے رفقا وصاحبان خصوصاً مولانا محمد دلشاد احمد مصباحی (دیوگھر)، مولانا محمد فصیح الرحمان مصباحی (ویشالی)، مولانا و قاری آزاد عالم صباحی (مدھوبنی)، مولانا محمد جاوید عالم مصباحی (ممبئی)، مولانا محمد ساجد رضا مصباحی (چھپرہ)، مولانا محمد علی رضا (کولکاتا)، مولانا محمد شکیل احمد (بستی پور)، حافظ محمد نسیم احمد (ویشالی)، حافظ محمد تحسین رضا (بانکا) نے میرے اس مشکل کام کو آسان کر دیا اور تخریج وتبییض اور پروف ریڈنگ میں میری معاونت کی۔ میں ان لوگوں کا ممنون ومشکور ہوں۔

رب کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہم سبھوں کو علم نافع عطا فرمائے اور ہم سے علم دین کی ترویج واشاعت کا کام لے، اور اس حقیر خدمت کو قبول فرما کر ہم سب کو دارین کی سعادتوں سے بہرہ مند فرمائے۔ (آمین بجاہ النبی الکریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم)

گدائے حافظ ملت:

محمد حسان رضا قادری مصباحی (کولکاتا)

متعلم: درجۂ فضیلت جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

۲۴/ ربیع الغوث ۱۴۳۵ھ/ ۲۵/ فروری ۲۰۱۴ء

کلمات دعا و تحسین

از حضرت علامہ مفتی محمد نسیم مصباحی دام ظلہ
استاذ و مفتی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زیر نظر کتاب "علم دین کی ترویج و اشاعت: اسباب اور ذرائع" یہ عزیز سعید مولانا حسان رضا مصباحی کی پہلی تحریری کاوش ہے۔

عزیز موصوف نے اس کتاب میں علم دین اور علما کے فضائل، قرآن مجید اور احادیث نبویہ سے ثابت کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ علم دین کے فروغ اور اس کی ترویج و اشاعت کے مؤثر طریقوں کی نشان دہی بھی کی ہے۔ کم عمری ہی میں سلمہ نے مفکرانہ و مدبرانہ مشورے بھی قوم مسلم کو دیے ہیں۔

اس کتاب کو دیکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ مستقبلِ قریب میں یہ اچھے مصنف ہو جائیں گے۔ موصوف انتہائی شریف، ہونہار، شرافت و نجابت اور صوم و صلاۃ کی پابندی اور متبع سنت میں اپنے والد گرامی حضرت مفتی رحمت علی مصباحی کا نمونہ ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ عزوجل ان کی اس خدمت کو قبول فرما کر جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے علم و عمل اور اخلاص میں برکتیں عطا فرمائے اور انھیں ان کے والد گرامی کا سچا جانشیں بنائے۔ آمین

محمد نسیم
خادم الافتا والتدریس جامعہ اشرفیہ
مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی
یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ / ۳؍ مارچ ۲۰۱۴ء

تقریظ جلیل

از: حضرت مولانا محمد طفیل احمد مصباحی
نائب مدیر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

آئین نو سے ڈرنا، طرزِ کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

شاعر کے بقول "آئین نو سے ڈرنا اور طرز کہن پہ اڑنا، ایک دشوار اور کٹھن مرحلہ ہے" اور راقم الحروف کے ناقص خیال میں جہاں طرزِ کہن پہ اڑنا فرسودہ خیالی کی علامت ہے، وہیں آئین نَو سے ڈرنا بزدلی کی پہچان ہے، جو مسلمان جیسی باعظمت، بلند حوصلہ اور بہادر قوم کو ہرگز زیب نہیں دیتا۔ آئین نو سے ڈرنے کا مطلب ہے "زمانے کے تقاضوں سے قصداً اغماض برتنا اور ان سے چشم پوشی کرنا" اور یہ چیز قومِ مسلم کے شایانِ شان کے خلاف ہے۔ ہاں! طرز کہن اگر اسلامی ثقافت وروایت کا ایک اٹوٹ حصہ ہو، تو پھر یہ "طرز کہن" ہمیں دل وجان سے قبول ہے اور اسے طرز کہن کہنا ہی فضول ہے اور آئین نو کو گلے لگانے کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں کہ مذہبی اقدار وروایات کو پسِ پشت ڈال دیا جائے اور فرنگی تہذیب، مغربی کلچر اور یورپ کی بے حیا آزادی کو اپنی زندگی کا جزو لاینفک بنادیا جائے۔ بلکہ شریعت اسلامی کی روشنی میں آئین نو سے بھی ہم آہنگ ہونا چاہیے اور طرز کہن میں بھی تبدیلی لانی چاہیے۔ اسی میں عقل مندی ہے اور اسی میں دعوت وتبلیغ کی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔

قرآن کریم میں مسلمانوں کو "امت خیر" اور "امتِ وسط" کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے اور امتِ خیر ہونے کے ناطے دعوت وتبلیغ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا مقدس فریضہ مسلمانوں پر عائد کیا گیا ہے۔ علم دین کی نشر واشاعت اور شریعت کے احکام ومسائل کی ترویج وترسیل "دعوت وتبلیغ" ہی کا ایک مضبوط حصہ ہے۔ علم وعمل اور اخلاص یہ تینوں چیزیں دینی واخروی فلاح کا ذریعہ ہیں۔ علم ایک نور اور روشن

چراغ ہے۔ایک ایسا چراغ جسے وقت کی آندھیاں کبھی بجھا نہیں سکتیں۔اس کو بجھانے والا خود بجھ جاتا ہے، لیکن علم کا چراغ ہمیشہ ہر حال میں روشن رہتا ہے اور معاشرے کی تاریکیوں کو اجالے میں تبدیل کر دیتا ہے۔یہ علم کی بالادستی نہیں تو اور کیا ہے؟علم دین کا سیکھنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے اور بقدر استطاعت دوسروں کو زیورِ علم سے آراستہ کرنا اور انھیں دینی علم سے آگاہ کرنا، یہ بھی کسی فرض وواجب سے کم نہیں۔جیسا کہ حدیث پاک "بلّغوا عنی ولو آیة" سے مستفاد ہوتا ہے۔

موجودہ سائنسی دور ایک تغیر پذیر اور روبہ ترقی دور ہے۔یہ ترقی اگرچہ زوال وانحطاط کا پیش خیمہ ہے۔تاہم اس ترقی نے "تبدیلی" کا دروازہ بھی کھول دیا ہے۔پہلے کے مقابلے میں آج ہر چیز میں تبدیلیاں رونما ہو چکی ہیں۔فکر ومزاج بدل چکا ہے۔افکار ونظریات بدل چکے ہیں، تہذیب ومعاشرت بدل چکی ہے، طور طریقے بدل چکے ہیں، ساقی کا نظامِ میکدہ بدل چکا ہے۔غرض کہ مختلف شعبہ ہائے زندگی میں تبدیلی کے نمایاں اثرات دیکھنے کو مل رہے ہیں۔یہ تبدیلیاں اس بات کی متقاضی ہیں کہ ہم بھی اپنا "طریقۂ دعوت وتبلیغ" بدلیں اور حالات کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے دعوتی وتبلیغی کارواں کو آگے بڑھائیں، ان شاء اللہ اس طرز عمل سے ضرور منزل تک رسائی ہوگی اور ہم اپنے دعوتی مقاصد میں سو فیصد کامیاب رہیں گے۔

مقام مسرت ہے کہ محب گرامی جناب مولانا محمد حسّان رضا مصباحی دام ظلہ (ساکن کولکاتا، ویسٹ بنگال) نے وقت کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے "علم دین کی ترویج واشاعت: اسباب اور ذرائع" کے نام سے ایک مفید اور اہم کتاب ترتیب دی ہے، کتاب کے مشمولات ومندرجات اس لائق ہیں کہ ان پر عمل کیا جائے۔کسی بھی چیز کے وجود وخاتمہ کے لیے ان کے اسباب وعلل اور وسائل و ذرائع کا پتا لگانا ضروری ہے، ان کے بغیر نہ کسی مفید کام کو وجود میں لایا جا سکتا اور نہ ہی بُرے کام کو ختم کیا جا سکتا ہے۔راقم آثم نے کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کیا اور اسے اپنے موضوع پر گراں قدر اور اطمینان بخش پایا۔مولانا حسّان رضا مصباحی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے ایک لائق اور ہونہار فرزند ہیں۔دینی علوم کے ساتھ عصری تعلیم سے بھی واقفیت رکھتے ہیں۔خوش اخلاق، خوش مزاج، خوش گفتار اور نیک کردار ہیں اور اپنے سینے میں دعوت وتبلیغ کا بے پناہ جذبہ بھی رکھتے ہیں۔اسی جذبۂ بیکراں نے موصوف کو اس کتاب کی جمع وتالیف پر آمادہ کیا ہے۔میں مولانا کو مبارک باد دیتا ہوں اور آئندہ بھی اس سے بہتر کی توقع رکھتا ہوں۔

محمد طفیل احمد مصباحی عفی عنہ

خادم ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور

۲۱/۲/۲۰۱۴ء

تأثر گرامی

از: حضرت مولانا مجاہد حسین حبیبی زید مجدہ سکریٹری آل انڈیا تبلیغ سیرت، مغربی بنگال
تاج الفحول اکیڈمی وبانی ومہتمم مدینۃ العلوم انسٹی ٹیوٹ توپسیا (کولکاتا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم اما بعد!

علمِ دین کی اہمیت، فضیلت اور افادیت پر قرآنی آیات اور سیکڑوں حدیثیں موجود ہیں۔ بایں سبب ہر زمانے میں مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ تحصیل علم دین کے لیے سرگرداں رہا۔ دور صحابہ میں تحصیل علم کا شوق وولولہ اس قدر عروج پر تھا کہ بعض صحابہ نے رسول اعظم ﷺ کی صرف ایک حدیث کی سماعت وحفظ کے لیے مدینہ پاک سے مصر جیسے دور دراز ملک کا سفر فرمایا۔ مہینے بھر کی جاں فشانی کے بعد منزل کو پہنچے، حدیث پاک سنی اور فوراً لوٹ آئے۔ نہ تھکاوٹ دور کرنے اور اطمینان وسکون حاصل کرنے کے لیے قیام کیا اور نہ سیر وسیاحت میں وقت گزارا۔

اسی طرح دور تابعین میں بھی علم کا ذوق وشوق لوگوں میں سرایت کیے ہوئے تھا۔ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنھیں تابعیت کا شرف حاصل ہے، تحصیل علم کے لیے مکہ، مدینہ اور بصرہ کا متعدّد بار سفر فرمایا۔ تقریباً پانچ ہزار اساتذہ سے اکتساب علم فرمایا۔

حضرت سیدنا غوث اعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خواجۂ خواجگاں حضرت شیخ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں ہی حضرات مادر زاد ولی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے ذریعہ لاکھوں افراد کو ایمان واسلام کی دولت سے سرفراز فرمایا۔ اور لاکھوں گناہ گاروں کو گناہوں کی زندگی سے چھٹکارا نصیب فرما کر سچی توبہ کی دولتوں سے مالا مال فرمایا ہے۔ اس قدر علو مرتبت، منصب اور بزرگی کے باوجود مذکورہ دونوں ہی بزرگوں نے تحصیل علم کے لیے اپنی زندگی کے بیس سال یا اس سے بھی زائد صرف کیے۔ معلوم ہوا کہ دونوں بزرگوں کے نزدیک علم دین کا حصول سعادت

ابدی کی عظیم ذریعہ رہا ہے۔

بہر حال دور صحابہ ہو یا دور تابعین و بزرگان دین یا آج کل کا پر آشوب زمانہ، علم کی اہمیت روز اول کی طرح آج بھی مسلمات میں سے ہے۔ اگرچہ تحصیل علم کا وہ جذبہ اور شوق لوگوں میں سلامت نہ رہا، تاہم دور قدیم کے مقابلے آج کے اس سائنسی دور میں ذرائع و وسائل کا دائرہ کافی وسیع ہو چکا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ذرائع و وسائل کی کثرت کے باوجود ہمارے واعظین اور خطبا کسی طرح کا انقلاب برپا نہیں کرپا رہے ہیں۔ اسی طرح ہماری تنظیمیں اور تعلیمی ادارے بھی خاطر خواہ ڈھنگ سے نتائج بہتر نہیں کرپا رہے ہیں۔

اسباب و علل کیا ہیں؟ اور کس طرح حالات کا دھارا اپنے حق میں موڑا جائے انھی باتوں کا تذکرہ بطور خاص اس کتاب میں عزیز سعید مولانا حسان رضا سلمہ البارى نے کیا ہے۔ یہ امر واقعی ہے کہ دینی تعلیم اور جذبہ کے فروغ کے لیے جن ذرائع واسباب کو اپنانے کی ترغیب دی گئی ہے، ان سے صرفِ نظر کر کے کوئی بھی داعی و مبلغ یا عالم و فاضل خاطر خواہ کامیابی نہیں حاصل کر سکتا۔ دعوت و ارشاد، درس و تدریس اور تصنیف و تالیف سے جڑے سبھی حضرات ان راہوں کو اپنا کر علم دین کی ترویج واشاعت میں کلیدی کارنامہ انجام دے سکتے ہیں۔

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ عزیزی مولانا محمد حسان رضا سلمہ کی اس سعی کو شرف قبول عطا فرمائے اور مستقبل میں دین و سنیت کی بیش از بیش تحریری، تبلیغی اور تعلیمی خدمات انجام دینے کی سعادتیں نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ حبیبه سید المرسلین و علیٰ آله و اصحابه اجمعین.

دعا گو: محمد مجاہد حسین حبیبی کان اللہ لہٗ
سکریٹری آل انڈیا تبلیغ سیرت، مغربی بنگال
و تاج الفحول اکیڈمی، کلکتہ
۱۰؍ جمادی الاول ۱۴۳۵ھ
مطابق ۱۲؍ مارچ ۲۰۱۴ء

تقدیم

از: حضرت علامہ مفتی **محمد رحمت علی مصباحی** تیغی قادری
بانی وناظم: دارالعلوم قادر یہ ضیائے مصطفیٰ وجامعہ عبداللہ ابن مسعود، کولکاتا

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم أمّابعد!

زیر نظر رسالہ ”علم دین کی ترویج واشاعت: اسباب اور ذرائع“ کا میں نے بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ رسالہ کے موادومضامین حالات حاضرہ کے لحاظ سے بہت ہی موزوں اور مناسب ہیں۔

عصر حاضر میں اکثر لوگ مصروفیت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ نہ انھیں موٹی موٹی کتابیں پڑھنے کی فرصت ہے اور نہ ان کے پاس کسی لائبریری، دارالمطالعہ یامکتب میں جاکر مطالعہ کرنے کا وقت۔ ایسی صورت میں یہ اقدام بہت ہی قابل قدر ہے کہ چھوٹی چھوٹی کتابیں اور کتابچے خودلکھ کر یا اکابر سے لکھواکر یاان کی لکھی ہوئی کتابوں کو جلی حرفوں میں طبع کراکے گھر گھر پہنچایا جائے۔

اہل ثروت حضرات تھوڑی سی توجہ دیدیں تو یہ کام بہت ہی آسان ہوسکتا ہے۔ شادی بیاہ، دعوتِ ولیمہ، دعوت عقیقہ، تقریبات ختنہ وسالانہ، جشن دستار بندی، اعراسِ بزرگان دین اور سالانہ جلسوں وکانفرنسوں میں بہت سے بے جااور غیر ضروری اخراجات اور بے دریغ فضول خرچیاں کرتے ہیں۔ ان ہی پیسوں کو فضولیات میں خرچ کرنے کے بجائے دینی کتابیں اور رسائل کی اشاعت میں اگر خرچ کریں توان شاءاللہ تعالیٰ اس سے دین کا بہت بڑا کام ہوسکتا ہے۔ کیوں کہ چھوٹی کتابوں کا مطالعہ کسی پر گراں بار نہیں ہوتا۔ چلتے پھرتے بڑی آسانی سے مختصر رسالہ پر زیادہ نہیں توکم ازکم ایک بار توہر کوئی سرسری نظر ڈال لیتا ہے۔ جس کا سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ بڑی اورضخیم کتابیں، جن تک عوام توعوام بہت سے خواص کی بھی پہنچ نہیں ہوپاتی، ان کے مضامین اور مقالات بغیر کسی دقت اور دشواری کے عوام الناس تک پہنچ جاتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ فرزندار جمند عزیزی مولانا محمد حسان رضا تیغی مصباحی سلمہ المعین کے ۲۰؍ سے ۳۰؍ ہم جماعت ساتھی جشن دستار فضیلت کے موقع پر، اپنے اپنے ذوق واستعداد اور حوصلہ و ہمت کی بنیاد پر دینی کتب ورسائل کی تصنیف واشاعت میں مصروف ہیں۔ دعا ہے کہ رب قدیر ان

تمام نوخیز اور پُر امنگ نوجوان علما و فضلا کی اس اعلیٰ کارکردگی کو قبول فرمائے، اور ان کے زبان و قلم میں حلاوت و چاشنی اور اثر پیدا فرمائے۔ (آمین)

زیر نظر رسالے میں علم دین کی ترویج واشاعت کی ضرورت واہمیت اور اس کی فضیلت و برتریت پر زور دیا گیا ہے۔ نیز عصر حاضر میں علوم دینیہ کے فروغ کے اسباب وذرائع کیا کیا ہیں، اور کیا کیا ہوسکتے ہیں؟ بتانے کی کوشش کی گئی ہے۔ تمام اسباب وذرائع میں سب سے اہم مسجد، مدرسہ اور خانقاہ کو قرار دیا گیا ہے۔ جو اپنی جگہ پر ۱۰۰ رفیصد درست اور مُسلّم حقیقت ہے۔ یقیناً قلب و قالب کی صفائی اور ظاہر وباطن کی طہارت کے ساتھ خدائی احکامات اور نبوی ارشادات کی ترویج واشاعت کے لیے ہی ان چیزوں کی وضع ہوئی ہے۔ آج اگر پوری دنیا میں دین اسلام پھیلا ہوا نظر آرہا ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ مسجد، مدرسہ اور خانقاہ ہی کا مرہونِ منت ہے۔

اب رہا آج کے سائنسی اور الیکٹرانک ترقی کے دور میں، نیٹ اور میڈیا کے ذریعہ سے علوم دینیہ کی ترویج واشاعت، تو اس میں بھی کوئی قباحت اور بُرائی نہیں، بلکہ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ لیکن یہ بھی خیال رہنا چاہیے کہ کوئی بھی اچھا کام چاہے جس ذریعہ سے ہو، اچھا ہے مگر کوئی ضروری نہیں کہ وہ ذریعہ بھی اچھا ہو، جیسے کسی مسلمان نے اپنے کسی غیر مسلم ساتھی کے ذریعہ اپنے گھر، بچوں کو یہ پیغام بھیجا: ”کہ تم جا کر ہمارے بچوں سے کہہ دینا کہ وہ وقت پر پابندی سے پنج وقتہ نماز پڑھیں، قرآن کی تلاوت کریں، لہو ولعب اور کھیل تماشے سے بچیں، جھوٹ، غیبت چغل خوری سے اجتناب کریں، تعلیم و تعلم میں وقتوں کو گزاریں، بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت کریں“ وغیرہ۔ تو بلاشبہ یہ اچھے پیغامات اپنے بچوں کو بھیجنا بہت اچھی بات ہے، لیکن جس کے ذریعہ بھیجا ہے وہ یقیناً اچھا نہیں۔ یوں ہی ”ٹی وی“ وغیرہ سے اس طرح کا پیغام شائع کرنا بُرا نہیں، لیکن ”ٹی وی“ کی فی نفسہ برائی کل بھی ایک مسلم حقیقت تھی اور آج بھی ہے اور قیامت تک رہے گی۔ اس لیے کہ اس کی وضع در حقیقت کھیل تماشے لہو ولعب، بے حیائی اور فحاشی کے لیے ہوئی ہے جس کے مضر اثرات سے کوئی بھی فرد انکار نہیں کرسکتا۔ لہٰذا جن مقدس ہستیوں نے احتیاطی پہلو کو اختیار کرتے ہوئے ”ٹی وی“ وغیرہ کے استعمال کے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے، ہم ان کو ہرگز اپنی تنقید کا نشانہ نہیں بنائیں گے۔ نہ ان کی شان میں اشارۃً یا کنایۃً گستاخی کرکے اپنی آخرت برباد کریں گے۔ اور جن حضرات کا موقف یہ ہے کہ ”ٹی وی“ وغیرہ کے ذریعہ دین وسنیت کو فروغ دینا جائز ہے جب کہ غلط استعمال سے احتراز ہو، ان کا مقصد بھی غلط نہیں

ہے؛کیوں کہ ہمارے مخالفین، خواہ کفار ومشرکین ہوں یا منافقین ومعاندین،وہ انٹرنیٹ اور ٹی وی چینل کے ذریعہ جہاں اپنے ناپاک اور باطل مذہب وملت کو بڑی تیزی سے پھیلا رہے ہیں ،وہیں ہمارے مذہب وملت اور دین وسنیت پر رکیک حملے بھی کر رہے ہیں۔ جس کا بھیانک اور خطرناک نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے قوم کے گھر کے گھر تباہ ہورہے ہیں۔اور ہمارے گھر کا بچہ بچہ برباد ہورہا ہے۔

لہٰذا"لوہا کو لوہا ہی کاٹتا ہے" کے فارمولا کے تحت مخالفین ومعاندین کے شرور وفتن کے دفاع اور ان کے غلط اور باطل نظریات وعقائد کی تردید کا ٹھوس، مضبوط، مستحکم اور مفید طریقہ یہی ہوسکتا ہے کہ جن ذرائع سے وہ بُرائی پھیلا رہے ہیں،انھیں ذرائع سے ہم اچھائی پھیلائیں گے۔جن ذرائع سے ہمارے او پر وار کر رہے ہیں، انہیں ذرائع سے ہم ان کا دفاع کریں گے۔اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں ۔شریعت اسلامیہ سے بھی اس کی تائید وتوثیق ہوتی ہے جیسے قتل وغارت اور خون ریزی کرنا بُرا ہے ،ہر شخص اس سے واقف ہے ،مگر جب دشمنوں کی طرف سے حملہ ہو اور وہ جن ذرائع کا استعمال کریں،ان ہی ذرائع سے ان کا دفاع کرنا برا نہیں اور نہ یہ کہ دفاع کرنا صرف جائز بلکہ بسا اوقات فرض بھی ہوجاتا ہے۔اور ایسے وقت میں دفاع کرنے والا نہ ظالم کہلاتا ہے اور نہ ہی قاتل، بلکہ غازی ومجاہد کے القاب سے پکارا جاتا ہے،یوں ہی ٹی وی چینل اور نیٹ وغیرہ کے ذریعہ ہمارے مذہب وملت پر جو حملے ہورہے ہیں، ان کا دفاع ان ہی ذرائع سے کرنا لازم وضروری ہے ؛کیوں کہ دوسری کوئی صورت اتنی ٹھوس نہیں ،اور یہ عین تقاضائے ایمان اور کار ثواب ہے۔ھٰذا ماظھرلی الاٰن واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

اخیر میں ،میں اپنے فرزند ارجمند مولانا محمد حسان رضا مصباحی سلمہ کو اس مفید کتاب کی تالیف کرنے پر مبارک باد دیتا ہوں اوران کے لیے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعا کرتا ہوں کہ پروردگار عالم ان کے زور قلم کو اور بڑھائے اور ہم سب کو علم دین کی ترویج واشاعت کرنے کی توفیق بخشے۔آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ.

محمد رحمت علی تیغی مصباحی

خادم دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفٰے

وجامعہ عبداللہ ابن مسعود کولکاتا

۲۷؍ ربیع الغوث ۱۴۳۵ھ/۲۸؍ فروری ۲۰۱۴ء

تمہید:

علم کی اہمیت و معنویت مسلّم ہے۔ خواہ دینی علم ہو یا عصری علم، دونوں کامیابی و سرفرازی کے ضامن ہیں۔ علم روشنی ہے اور جہالت تاریکی ہے۔ علم رحمت ہے اور جہالت سراپا زحمت ہے۔ علم باعثِ خیر و برکت ہے، جب کہ جہالت مجسم آفت و شقاوت ہے۔ انسانی آبادیوں کو ہر اعتبار سے منوّر کرنے کے لیے علم کا چراغ ہاتھوں میں لینا ضروری ہے اور انفس وآفاق کے دلوں پر فتح و کامرانی کا جھنڈا لہرانے کے لیے ہاتھوں میں علم کا ہتھیار ہونا بھی ایک ضروری امر ہے۔

یہ دنیا روزِ اوّل سے ہی اختلاف کی آماج گاہ رہی ہے۔ دنیا کی ہر چیز میں اختلاف ہے۔ ہاں! دنیا میں ایک چیز ایسی بھی ہے، جس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور وہ علم اور صرف علم ہے۔ علم کی فضیلت و مرکزیّت اور اس کی عظمت و افادیت سے انکار و اختلاف کرنے والا شخص دنیا میں آپ کو ایک بھی نہیں ملے گا۔

کہتے ہیں کہ "النَّاسُ أعداءُ ما جَهلُوا" یعنی آدمی جس چیز کو نہیں جانتا ہے، وہ اس کا دشمن ہوتا ہے۔ لیکن ایک جاہل شخص سے علم کی اہمیت و فضیلت کے بارے میں سوال کریں تو وہ بھی یہی جواب دے گا کہ "علم واقعی بہت بڑی دولت ہے، علم کی فضیلت سے ہمیں اختلاف نہیں ہے"۔

یہ تو نفسِ علم کی بات ہے اور جہاں تک "علمِ دین" کی فضیلت و اہمیت اور تفوق و بالادستی کا معاملہ ہے تو علمِ دین ہر اعتبار سے علمِ دنیا (عصری تعلیم) سے افضل و اعلیٰ اور برتر و بالا ہے۔

عصری تعلیم، دنیاوی زندگی کو مستحکم اور خوش حال بناتی ہے، جب کہ دینی تعلیم سفرِ آخرت کے لیے توشہ اور زادِ راہ ثابت ہوتی ہے۔ دینی تعلیم دنیاوی زندگی کو بھی کامیاب بناتی ہے اور آخرت کی زندگی کو بھی سنوارتی ہے۔ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی۔ دنیا کا علم دنیا ہی میں رہ جائے گا اور دین کا علم قبر میں ہمارے ساتھ جائے گا اور وہاں ہمارا مونس و غم خوار ثابت ہوگا۔ آخرت میں دینی علم سیکھنے اور سکھانے کا ہمیں ثواب ملے گا۔ حدیث پاک میں آیا ہے: "اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلثة، صدقة جارية أو علم ينتفع به أو ولد صالح يدعو له."[1] یعنی جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا ثواب ختم ہو جاتا ہے، مگر تین

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، ص: ۳۲ بحوالہ مسلم شریف

چیزیں ایسی ہیں کہ مرنے کے بعد بھی اس کا ثواب اور ثمرہ انسان کو ملتا رہتا ہے اور وہ یہ ہیں :صدقہ جاریہ، نفع بخش علم اور ولدِ صالح جو اپنے والدین کے حق میں دعاے خیر کرتا ہے۔

جس طرح علم دین کا حصول بہت بڑی سعادت اور کار ثواب ہے، اسی طرح علم دین کی تبلیغ واشاعت بھی کار خیر اور ثواب کا کام ہے۔ دوسروں تک علم دین پہنچانے کے ممکنہ اسباب وذرائع کیا ہیں اور اس سلسلے میں ہماری منصبی ذمہ داریاں اور طریقۂ کار کیا ہونا چاہیے؟ مندرجہ ذیل صفحات میں انھیں امور کی نشان دہی کی گئی ہے۔

علم اور اہل علم، قرآن کی نظر میں:

آیت:(۱)

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآىِٕمًۢا بِالْقِسْطِ.(۱)

ترجمہ: اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہوکر۔(کنزالایمان)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے علما کا ذکر اپنے اور فرشتوں کے ساتھ کیا ہے اور یہ ان کے لیے بہت بڑی فضیلت کی بات ہے۔

آیت:(۲) يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ(۲)

ترجمہ: اللہ تمھارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ علم ایمان کی طرح بلندی مراتب کا سبب ہے۔

آیت:(۳) قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ(۳)

ترجمہ: تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان؟

یعنی جاہل کسی طرح عالم کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ علم چراغ ہے جب کہ جہالت اندھیرا، علماے کرام خود روشن ہیں اور دوسروں کو روشنی عطا کرنے والے اور جہالت اندھیرا ہے اور

---

(۱) آل عمران: ۳، آیت: ۱۸

(۲) المجادلہ: ۵۸، آیت: ۱۱

(۳) الزمر: ۳۹، آیت: ۸

جہلا اندھیری رات کے مسافر، جو منزل تک نہیں پہنچ سکتے۔

علم اور علما، حدیث کی روشنی میں:

حدیث:(۱) مَن یرد اللہ به خیراً یفقهه فی الدین.[۱]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا فقیہ بناتا ہے۔

اس حدیث میں "خیر" سے دین و دنیا کی بھلائیاں اور نعمتیں مراد ہیں۔ جس شخص کو دیکھیں کہ دین کے مسائل کا عالم ہے تو سمجھ لیں کہ یہ وہ خوش نصیب آدمی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا کی تمام نعمتیں اور ساری بھلائیاں عطا کرنے کا وعدہ فرمالیا ہے۔

حدیث:(۲) اِنَّ الملٰئِکۃَ لَتضَع أجنحتها رِضاً لِطالِبِ العِلم.[۲]

ترجمہ: یقیناً فرشتے طالب علم کی خوشنودی کے لیے اپنے پروں کو بچھا دیتے ہیں۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ فرشتے طالب علموں کی عزت افزائی اوران کی خاطر و مدارات کے لیے انتہائی شفقت اور جوشِ رحمت کے ساتھ متوجہ اور مائل ہو جاتے ہیں۔ یہ محاورہ (پر بچھانا) ایسے ہی ہے جیسے اردو میں بہت زیادہ تعظیم و تکریم کو "آنکھیں بچھانا" کہتے ہیں۔ فرشتے جن کی خاطر اپنے نورانی پر بچھادیں، بھلا ان کی عظمت و رفعت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے؟

حدیث:(۳) اِنَّ اللہَ وَملائکتَه واَهلَ السَّمٰواتِ وَالأرضین حتّٰی النَملَۃَفی جُحرِها وَحَتّٰی الحُوتَ لَیُصَلُّونَ علٰی مُعَلِّمِ النَّاسِ الخَیرَ.[۳]

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرماتا ہے اوراس کے فرشتے اورآسمانوں اور زمینوں والے، یہاں تک کہ چونٹیاں اپنے بل میں اور مچھلیاں سب دعاے رحمت کرتی ہیں اس کے لیے جو لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتا ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ان عالموں کا رتبہ بہت ہی بلند و بالا اور عظمت و کرامت والا ہے جو درس و تدریس، وعظ و تقریر یا تحریر و تصنیف کے ذریعہ لوگوں کی ہدایت و اصلاح کا فریضہ

(۱) صحیح البخاری، ج:۱، باب: من یرد اللہ به.. الخ، ص:١٦

(۲) سنن ابی داود، ج:۲، کتاب العلم، باب فی فضل العلم، ص:۵۱۳

(۳) جامع الترمذی، ج:۲، باب ماجاء فی فضل الفقه.. الخ، ص:۹۳

انجام دیتے ہیں اورانھیں دین ودنیاکی بھلائیوں کی تلقین کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان خوش نصیبوں پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرماتا ہے۔اور قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو رد نہیں فرمائے گا۔علماے ربانیین ایک عظیم نعمتِ خداوندی ہیں۔عوام کو چاہیے کہ وہ اس نعمت غیر مترقبہ سے بھرپور فائدہ اٹھائیں،ان سے دینی احکام اور شرعی مسائل سیکھیں اور دارین کی سعادتوں سے مالا مال ہوں۔

حدیث:(۴) طَلَبُ العِلمِ فَرِیضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسلِم. (۱)

ترجمہ:علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اس حدیث کے متعلق حکیم الاُمت مفتی احمدیار خاں نعیمی رقم طراز ہیں:

''مسند امام ابوحنیفہ میں ''و مسلمۃ'' کالفظ بھی آیا ہے۔یعنی ہر مسلمان مرد وعورت پر علم دین سیکھنا فرض ہے،علم سے بقدر ضرورت شرعی مسائل مراد ہیں۔لہٰذا روزے،نماز کے مسائل ضروریہ سیکھنا ہر مسلمان پر فرض،حیض ونفاس کے ضروری مسائل سیکھنا ہر عورت پر،تجارت کے مسائل سیکھنا ہر تاجر پر،حج کے مسائل سیکھنا حج کو جانے والے پر فرض عین ہے''۔(۲)

آج ہم عصری تعلیم کے پیچھے بھاگ رہے ہیں اور دینی تعلیم کے ابجد سے بھی واقف نہیں۔ اِسلام عصری تعلیم کا مخالف نہیں،لیکن عصری تعلیم کے حصول میں اس قدر انہماک کہ دینی تعلیم کا سلسلہ ہی موقوف ہوجائے،یہ ہرگز درست نہیں۔عصری تعلیم معاشی استحکام کا ذریعہ ہے،جب کہ دینی تعلیم دنیاوآخرت کی فلاح وبہبود کا ضامن ہے۔

علم سے کیا مراد ہے؟:

قرآن واحادیث میں جہاں کہیں بھی علم کا تذکرہ آیا ہے اس سے مراد دین اور شریعت کا علم ہے۔یہی وہ علم ہے جس کے ذریعہ انسان جائز وناجائز، حلال وحرام اور حق وباطل کی معرفت حاصل کرتا ہے،کفروشرک اور ہر طرح کی گمراہی سے بچتا ہے،اسی لیے قرآن نے اس حقیقت کا بہ بانگ دہل اعلان فرمایا:

---

(۱) سنن ابن ماجہ،باب فضل العلما..الخ،ص:۲۰

(۲) مرأۃ المناجیح،ج:۱،ص:۲۰۲

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا[1]

یعنی اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں علما ہی ڈرتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کا مقصد ہی یہ ہے کہ انسان اپنے خالق کو پہچانے، اس کی عبادت کرے، اس کے احکام کو بجالائے اور اس کی منہیات سے بچے، اور ان چیزوں کا حصول، علم دین پر موقوف ہے۔

اسی طرح قرآن واحادیث میں جن علما اور علمِ دین کے طلبہ کی فضیلتوں کا ذکر آیا ہے، ان سے مراد وہی علما وطلبہ ہیں جو صحیح اسلامی عقائد اور اعمال صالحہ کے پابند ہیں اور جو نیک نیتی یعنی اللہ ورسول کی رضاجوئی کے لیے علم دین سیکھتے اور سکھاتے ہیں۔ کیوں کہ بدعقیدہ اور گمراہ مولویوں، بدکار عالموں اور بدنیت طالب علموں کی نہ تو کوئی عظمت وفضیلت ہے اور نہ ان کے لیے دونوں جہان میں کوئی احترام وعزت ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

”أَلَا اِنَّ شَرَّ الشَّرِّ شِرَارُ الْعُلَمَاءِ وَاِنَّ خَيْرَ الْخَيْرِ خِيَارُ الْعُلَمَاءِ“[2]

یعنی آگاہ ہو جاؤ کہ بُروں میں سب سے بدترین علمائے سو ہیں۔ اور اچھوں میں سب سے بہتر علمائے حق ہیں۔

گزارش! مسلمانوں کو چاہیے کہ بدعقیدہ اور گمراہ مولویوں سے نفرت کا اظہار اور بے زاری کا اعلان کرتے رہیں، علمائے ربانیین سے الفت ومحبت رکھیں اور ان کا عزت واحترام اپنے اوپر لازم کریں۔ کیوں کہ یہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔ اگلے زمانے کے عوام تو عوام، خلفا اور سلاطینِ اسلام بھی علمائے حق کی خدمت اوران کی کفش برداری کو اپنی اُخروی نجات کا ذریعہ سمجھ کر صدق دل سے ان کی خدمت کیا کرتے تھے اور کمال احترام کے ساتھ اُن کی دل جوئی کیا کرتے تھے۔ علمائے کرام کے معاشی استحکام کے لیے انھیں جاگیریں دیا کرتے تھے اور ان کے لیے وظائف مقرر کرتے تھے۔ اورنگ زیب عالم گیر کے والد شاہ جہاں بادشاہ، حضرت سیدنا شہباز محمد بھاگلپوری کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، ان سے دعاؤں کی درخواست کیا کرتے اور ہر طرح سے ان کی عزت افزائی اور خدمت گزاری کو اپنے لیے سامان نجات تصور

(۱) الفاطر: ۳۵، آیت: ۲۸

(۲) مشکوۃ المصابیح، ص: ۳۷، بحوالہ دارمی، ج: ۱، ص: ۷۱

کرتے تھے۔ کچھ یہی حال دیگر سلاطین کا بھی ہے مگر آج کل کے بعض مسلمان، دینی مدارس کے طلبہ وعلما کی تحقیر وتذلیل میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے اور انھیں اپنی لعنت وملامت کے تیروں کا نشانہ بناتے ہیں۔

یہ ہرگز جائز نہیں کہ اس مقدس طبقے کی تحقیر وتذلیل کی جائے، حتی الامکان علمائے کرام کے اعزاز واحترام کو اپنے لیے باعث فخر وامتنان سمجھا جائے کہ اسی میں ہماری بھلائی ہے۔ مسلمان اپنے علما کو بُرا بھلا کہہ کے ان کا تو کچھ نہیں بگاڑ پاتے، لیکن اپنی آخرت ضرور بگاڑ لیتے ہیں۔ ہمیں اس طرز عمل سے بچنا ہوگا۔ علما کی تعظیم وتوقیر، عین سعادت اور دارین کی فلاح وبہبود کا باعث ہے۔

علم دین کے فوائد:

علم دین کی برکت سے خدا کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے، علم دین کے ذریعہ انسان حیوان سے ممتاز ہوتا ہے۔ علم دین تنہائیوں کا ساتھی، سفر کا رفیق، دین کا رہ نما، تنگ دستی وخوش حالی میں چراغ راہ، وقتِ مشورہ بہترین مشیر، اجنبی لوگوں میں قربت پیدا کرنے والا اور دشمنوں کے حق میں شمشیر بُرّاں ہوا کرتا ہے۔ اسی علم کی بدولت اللہ تعالیٰ علما کو عزت وعظمت سے سرفراز فرماتا ہے، انھیں قائد، رہ نما اور سردار بناتا ہے۔ اسی کی بدولت لوگ اپنے اسیروں اور پیشواؤں کی کماحقہ اتباع کرتے ہیں، ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور ان کے قول وعمل کو دلیل بناتے ہیں۔ یہ علم کی برکت ہی ہے کہ فرشتے علم والوں کی رفاقت کی خواہش کرتے ہیں۔ علم دین ہی سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اس کی عبادت اور تسبیح وتحمید کا حق ادا ہوتا ہے، علم دین ہی سے صحیح تقویٰ وپرہیزگاری حاصل ہوتی ہے، اسی کے ذریعہ صلہ رحمی کی توفیق ملتی ہے اور حلال وحرام میں تمیز کا شعور پیدا ہوتا ہے۔

غرض کہ علم دین کے فوائد وثمرات بے شمار ہیں اور علم دین سے دوری بہت سارے بھیانک نتائج کا پیش خیمہ ہے۔

پگھلنا علم کی خاطر مثالِ شمع زیبا ہے
بغیر اس کے نہیں ہم جان سکتے کہ خدا کیا ہے

علم دین ایک چراغ ہے، جس سے پورا ملک ومعاشرہ روشن ہوتا ہے اور جہالت ایک گھٹاٹوپ

اندھیرا ہے، جس سے تاریکیاں پھیلتی ہیں اوراردگرد کے ماحول کو یہ اندھیرا، مزید تاریک بنادیتا ہے۔علم وہ سیڑھی ہے، جس سے شہرت وعزت اور بلندی وترقی کے ساتویں آسمان پر چڑھا جاتا ہے۔

یہ بات ذہن نشیں رہے کہ دینی ودنیاوی سیادت وقیادت ہمیشہ اہل علم کے ہاتھوں میں رہی ہے۔دنیا میں وہی قوم کامیاب وکامران اور فائزالمرام رہتی ہے، جس کے پاس علم کی طاقت ہے۔اوردینی علوم وہ عظیم ترین شے ہے، جس سے دنیاوی سرفرازیاں اورآخرت کی بہت ساری بھلائیاں حاصل کی جاسکتی ہیں۔

علم دین کے فروغ کے ذرائع:

معلم کائنات ﷺ کاارشادہے: ”بَلِّغُوا عَنِّي وَلَو آيَةً“[۱] یعنی میری بات لوگوں تک پہنچاؤخواہ ایک ہی آیت ہو۔یعنی جسے کوئی مسئلہ، حدیث یاقرآن کی ایک آیت بھی یادہو اسے دوسروں تک پہنچادے۔ایک طالب علم کایہی مقصد ہوناچاہیے کہ وہ پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی کونمونہ بنائے اور پھر اسلامی تعلیمات کو دوسروں تک پہنچائے۔خودبھی عمل کرے اور دوسروں کوبھی ان پر عمل کرنے کی تلقین کرے، اسے دوسرے لفظوں میں یوں تعبیر کرسکتے ہیں کہ علم دین حاصل کرے اوراس کی اشاعت کرے۔علوم دینیہ کی اشاعت اورانھیں دوسروں تک پہنچانے کے مفیداور موئثرترین اسباب وذرائع حسبِ ذیل ہیں:

① درس وتدریس(مدرسہ)	② تصنیف وتالیف
③ طباعت واشاعت	④ تقریروخطابت
⑤ بیعت وارشاد	⑥ مساجد
⑦ دعوتی واصلاحی تنظیم	⑧ معاصر میڈیا
⑨ عصری دانش گاہ	⑩ درہم ودینار(مال وزر)

دعوت وتبلیغ اوردینی علوم کی ترویج واشاعت کے یہ بنیادی ذرائع ہیں۔ان کے علاوہ اور بھی دیگر ذرائع ہوسکتے ہیں۔یہاں مذکورہ بالا ۱۰/اسباب وذرائع میں سے ہرایک کااجمالی تعارف، ماضی میں ان کی سرگرمیاں، اور موجودہ دور میں ان میں درآئی خامیاں، اسباب وتدارک اور مستقبل میں ان

---

(۱) مشکوٰۃالمصابیح، ص: ۳۲، بحوالہ بخاری

سے بہتر توقعات سے متعلق گفتگو ہدیۂ قارئین ہے۔

①درس وتدریس (مدرسہ):

یہ مدرسہ ہے ترا مے کدہ نہیں ساقی!
یہاں کی خاک سے انساں بنائے جاتے ہیں

علم دین کی ترویج واشاعت کا سب سے اہم ذریعہ مدارس اسلامیہ ہیں۔اسلام کی حقانیت اوردین متین کے صحیح محافظ دینی مدارس اوران کے علماہیں،آج کل اسلام کی نشرواشاعت اوردعوت وتبلیغ سے متعلق جوبھی مفید کام انجام پارہے ہیں،ان سب کا تعلق مدارسِ اسلامیہ ہی سے ہے، کوئی بھی ذی ہوش اور صاحبِ عقل مدارس کی کارکردگی اوران کی اہمیت وافادیت سے انکارنہیں کرسکتا، مدارس اسلامیہ ہی کے بدولت اقوام عالم میں علما وفضلا کا جم غفیر موجود ہے جودنیا کے گوشے گوشے میں پھیل کردعوت وتبلیغ کافریضہ انجام دے رہے ہیں۔یہ مدارس نہ ہوتے تو شاید وہ وقت ہمارے سامنے ہوتاجب ہم نمازِجنازہ پڑھے بغیر مردے کودفن کرکے علامت کے لیے قبرپر لکڑی گاڑدیتےاس امید پرکہ کوئی پڑھالکھاآدمی گزرے گاتونمازجنازہ پڑھ دے گا اورایک بارچھری دم کراکے رکھ لیتے اوراسی سے سال بھرذبح کرتے رہتے۔ماضی میں ایسا ہوچکا ہے۔شاید آج بھی بعض علاقے اس طرح کے مسائل سے دوچار ہوں۔اللہ کی پناہ !

مدارس کی ابتدا: حقیقی طورپرمدرسہ کی بنیاداوراس کی ابتدامسجدنبوی شریف سے متّصل چبوترہ (جسے ”صفہ“کہاجاتاہے) سے ہوئی،عالمِ اسلام میں مدارس اسلامیہ کاجووسیع نیٹ ورک پھیلا ہواہے، ان کاشجرۂ نسب اسی ”مدرسہ صفہ“ سے ملتاہے۔تمام مدارس دینیہ اسی سرچشمۂ علم وحکمت کی بل کھاتی لہریں ہیں۔لیکن باضابطہ سب سے پہلامدرسہ ”بیہقیہ“ نیشا پور کو بتایا جاتاہے۔

مشہور مؤرّخ علامہ تقی الدین المقریزی(متوفی۸۴۵ھ)مدارس کی تاریخ پرروشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:”اسلام میں باضابطہ اسلامی مدارس کاآغازنہ تودورصحابہ میں ہوا،اورنہ دور تابعین میں۔یہ سلسلہ چوتھی صدی ہجری کے بعدشروع ہوا اورسب سے پہلامدرسہ ”المدرسة البيهقيه“ کے نام سے نیشاپورمیں قائم کیاگیا“۔(۱)

(۱) دینی مدارس اورعہدحاضر کےتقاضے،ص:٤٢،از: مولانا ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم.

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ پہلا عربی اسلامی مدرسہ ملک شاہ سلجوق کے وزیر نظام الملک نے بغداد میں قائم کیا جس کا نام ”مدرسہ نظامیہ“ تھا۔

نظام الملک کے ذریعہ اسلامی مدرسہ کی بنیاد پڑتے ہی اس کی اتنی شہرت و مقبولیت ہوئی کہ پورے عالمِ اسلام میں دینی مدارس کے قیام کا رواج پڑ گیا۔

ہندوستان کے دینی مدارس: ہندوستان میں دینی مدارس کا آغاز سلطان محمود غزنوی کی ۴۰۹ھ میں ہندوستان آمد اور اس کی فتح کے بعد سے ہوا۔ عہد غزنوی میں امرا کے توسط سے سینکڑوں دینی مدارس و مکاتب قائم ہوئے۔ (۱)

الغرض مسلم سلاطین کی کوششوں سے ہندوستان میں دینی مدارس کا قیام عمل میں آیا۔ ہر دور کے بادشاہ نے اپنے وقت میں دینی مدارس قائم کیے جن میں سے اکثر انگریزی جبر و تشدد کے شکار ہو گئے اور کچھ ابھی بھی باقی ہیں۔

موجودہ مدارس کی علمی و تبلیغی خدمات کا ایک سرسری جائزہ: اس وقت ملک میں ہزاروں مدرسے چل رہے ہیں۔ ان مدارس کی تعلیم و تربیت کا بنیادی مقصد دینی علوم و فنون میں دسترس کے ساتھ اسلامی تہذیب و ثقافت کے مطابق شخصیت کی تعمیر کرنا اور دین کی تبلیغ و اشاعت کرنا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا موجودہ مدارس اس مقصد کو پورا کر رہے ہیں؟ اگر نہیں تو وہ کون سے امور ہیں جن کی اصلاح ضروری ہے؟ ہندوستان میں مدارس اسلامیہ کی کمی نہیں اور نہ اب وسائل کی کمی کا رونا ہے۔ لیکن اس کے باوجود کیا موجودہ مدارس دعوت و تبلیغ کی راہ میں اپنا متوقع ہدف کے لیے عمدہ کردار ادا کر رہے ہیں؟ اور کیا امت مسلمہ کو اس سلسلے میں مدارس سے وابستہ امیدیں حاصل ہو رہی ہیں؟ یہ بنیادی سوال ہے۔

الحمد للہ آج بھی ہندوستان میں ایسے مدارس ہیں جو اپنے مقاصد و خطوط پر کاربند ہیں، ان میں درس و تدریس کا وہی طریقہ رائج ہے جو رسول اللہ ﷺ کا طریقہ تھا۔ یہ مدارس آج بھی دینی، مذہبی، روحانی اور اخلاقی اقدار کے مرکز ہیں۔ جہاں سے علما و فضلا فارغ ہو رہے ہیں اور اپنے اپنے طور پر علم دین کو فروغ دے رہے ہیں، مگر علم کی وہ اشاعت، امت مسلمہ میں نظر نہیں آ رہی

(۱) دینی دعوت، ص: ۲۷۰

ہے جو ہمارے اسلاف کے دور میں مدارس اسلامیہ سے ہوتی تھی۔ آج پہلے سے زیادہ وسائل ہیں مگر کام کرنے کی اسپرٹ لوگوں میں کم ہوگئی ہے۔ غور وفکر کرکے اس کمی کو دور کرنے کی ضرورت ہے تاکہ مدارس کے قیام کا اصل مقصد فوت نہ ہوجائے۔

مرکزی مدارس میں سے چند کا مختصر تعارف ذیل میں پیش کیا جاتا ہے، جن کے فضلا آج بھی ہندو بیرون ہند دینی، علمی، تحریری اور تبلیغی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

جامعہ اشرفیہ: جامعہ اشرفیہ مبارکپور کا باضابطہ قیام ۱۳۵۲ھ/۱۹۷۲ء میں ہوا جس کے بانی جلالۃ العلم حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ ہیں۔ ہندوستان میں یوں تو بہت سے ایسے مدارس ہیں جو دینی وتبلیغی خدمات انجام دے رہے ہیں، مگر جامعہ اشرفیہ کا دعوت وتبلیغ میں جو کردار ہے وہ دوسرے مدارس کے مقابلے میں بہت ہی نمایاں اور لائق تحسین ہے۔ آخر کیوں نہ ہو؟ جب کہ اس پر حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ، حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ اور ابوالفیض جلالۃ العلم استاذ العلما حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کا خصوصی فیضان ہے۔ فرزندان اشرفیہ نے عالمی سطح پر اسلام وسنیت کی دعوت وخدمت اور اشاعت وحفاظت میں جو مثالی کردار ادا کیا ہے وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ تعلیم وتربیت، تقریر وخطابت، تصنیف وتالیف اور دیگر ذرائع ابلاغ سے جامعہ اشرفیہ نے مسلک اہل سنت وجماعت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت اور افکار رضا کو دنیا میں عام وتام کرنے میں کلیدی رول ادا کیا ہے اور الحمدللہ آج بھی جامعہ اشرفیہ اس میدان میں پہلے سے کہیں زیادہ سرگرم عمل ہے۔

مرکز الثقافۃ السنیۃ الاسلامیہ: ۱۸/اپریل ۱۹۷۸ء قاضی القضاۃ سید محمد بن علوی مالکی کے با برکت ہاتھوں کالی کٹ، کیرالا میں "مرکز الثقافۃ السنیۃ الاسلامیہ" کی بنیاد رکھی گئی اور اس کا تعلیمی آغاز صرف ۲۵/یتیم بچوں سے ہوا۔ ۲۶/سال کے وقفہ میں ۲۵/شعبوں پر مشتمل تقریباً ۱۰/ہزار طلبہ وطالبات کو دینی وعصری علوم سے آراستہ کر رہا ہے۔ یہاں کے طلبہ ۶/سالہ کورس کرنے کے بعد دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں داخلے کے مجاز قرار دیے جاتے ہیں۔

دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ: ۲۰۰۰ء میں دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ کا قیام شہر کولکاتا میں ہوا۔ جس کے بانی حضرت علامہ مفتی محمد رحمت علی تیغی مصباحی صاحب قبلہ ہیں۔

۲۰۰۵ء میں اس کی شاخ "**جامعہ عبداللہ ابن مسعود**" کا قیام عمل میں آیا جہاں بہ نصاب اشرفیہ درجہ عالمیت تک کی تعلیم ہوتی ہے۔ الحمد للہ تعلیمی معیار لائق تحسین ہے۔ شہر کولکاتا کے یہ وہ دو عظیم مرکزی ادارے ہیں، جن کے ماتحت بنگال کے علاوہ دوسرے صوبہ جات میں بھی کئی دینی و علمی مراکز اور ادارے ہیں۔ جہاں سے علم دین کی اشاعت ہو رہی ہے۔

ان کے علاوہ جامعہ منظر اسلام، بریلی شریف ☆جامعۃ الرضا، بریلی شریف ☆دارالعلوم شمس العلوم، گھوسی ☆جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی ☆دارالعلوم علیمیہ، جمداشاہی ☆جامعہ اسلامیہ، روناہی ☆دارالعلوم وارثیہ، لکھنؤ ☆جامعہ فاروقیہ، وارانسی ☆جامعہ حضرت نظام الدین اولیا، نئی دہلی ☆دارالعلوم شاہ عالم، احمد آباد (گجرات) ☆دارالعلوم محمدیہ، ممبئی ☆دارالعلوم ضیاء الاسلام، ہوڑہ ☆جامعہ فیض العلوم، جمشید پور (جھارکھنڈ) ☆مرکزی دار القراءت، ٹاٹانگر (جھارکھنڈ) ☆جامعہ مدینۃ العلوم، مظفر پور (بہار) ☆دارالعلوم قادریہ معتبریہ گیا (بہار) ☆دین کی خدمت اور علم دین کی ترویج واشاعت میں مصروف ہیں۔

مدارس کے نصاب کے متعلق کچھ باتیں: دعوت و تبلیغ میں اہم رول مدارس کا ہے اس لیے ان کے نصاب میں موجودہ دور کے لحاظ سے کچھ تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔ یا کم از کم مضامین میں اضافہ کرنے کی ضرورت ہے۔

بعض مدارس نے حالات زمانہ کی رعایت کرتے ہوئے بعض نئی چیزوں کا اضافہ کیا ہے۔ جیسے انگریزی تعلیم، کمپیوٹر ٹریننگ وغیرہ۔ مگر کہیں کہیں اس کو اب تک عملی جامہ نہیں پہنایا گیا ہے اس لیے ضرورت ہے کہ ہر مدرسہ اپنے نظام تعلیم میں انگریزی اور شعبۂ کمپیوٹر کا اضافہ لازمی طور پر کرے کیوں کہ یہ چیزیں دعوت و تبلیغ کے لیے بہت اہم اور مؤثر ہیں۔

مدارس کو عصری درس گاہوں سے ملحق کیا جائے تا کہ فضلاے مدارس وہاں جاکر اہم تحقیقی کارنامے انجام دیں، بلکہ اگر مدرسے کا بجٹ ساتھ دے تو دو چار لائق طلبہ کو وہاں پڑھنے کے لیے وظیفہ بھی دیں، کیوں کہ فضلاے مدارس کے اہل خانہ عموماً اس قابل نہیں ہوتے کہ یونیورسٹی کا گراں بار خرچ اٹھا سکیں۔

مدارس کے نظم و نسق کے متعلق ہدایات: مدارس کے اساتذہ حضرات کی تنخواہیں معقول

ہوں، تاکہ وہ پوری دل جمعی کے ساتھ دین کی خدمت انجام دے سکیں، کیوں کہ عموماً انھیں معقول تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے دینی کام میں رکاوٹ آجاتی ہے۔ اگر وہ حضرات معاشی اعتبار سے بے فکر ہوں گے تو اپنا زیادہ تر وقت مدرسہ ہی میں گزاریں گے اور بچوں کی تعلیم کے ساتھ ان کی تربیت میں بھرپور توجہ دیں گے۔

آج بعض مدارس کا حال بہت افسوس ناک ہے، جہاں بچوں کی تعلیم و تربیت میں صحیح توجہ نہیں دی جاتی ہے نتیجے میں طلبہ آزاد، عیاش، بدچلن اور بدتمیز ہوجاتے ہیں۔ محض لہو ولعب، عیش ومستی اور ہوٹل بازی میں اپنے قیمتی اوقات برباد کردیتے ہیں۔ فراغت کے بعد نہ کسی مدرسے میں پڑھانے کے لائق ہوتے ہیں اور نہ ہی عہدۂ امامت کے اہل۔ اس لیے ضرورت ہے کہ ایسے مدارس کی اصلاح کی طرف فوری توجہ دی جائے اور ان کے کارکنان حضرات ان خامیوں پر غور کر کے جلد ہی ان کا ازالہ کریں۔

علم دین کی نشر واشاعت کے لیے مندرجہ ذیل اوصاف کے حامل مدارس کی ضرورت ہے۔

(۱) حکومتِ وقت کے دباؤ اور شرائط سے آزاد ہوں۔

(۲) کتاب وسنت، فقہ وتاریخ اور علوم عربیہ کی وہ تمام کتابیں پڑھائی جائیں جو اساطینِ اُمت کی تحریر کردہ ہیں۔

(۳) سیرتِ صحابۂ کرام اور میدانِ تبلیغ کے شہسواروں کے کارناموں سے ان مدارس کے طلبہ روشناس ہوں اور علوم حدیث کی تعلیم وتدریس کا نصاب بھی ہونا چاہیے۔

(۴) دعوت وتبلیغ کی خاص تربیت ہو۔

(۵) اتنی مقدار میں ادیان ومذاہب کی جانکاری ہو کہ بوقت ضرورت اسلام پر ہونے والے اعتراضات اور وارد ہونے والے شبہات کا پوری بصیرت کے ساتھ دفاع کر سکے، اور منکرین اسلام کے سامنے اسلام کی حقانیت وصداقت کے جوہر اس طرح نمایاں کرے کہ وہ اپنے دلوں سے نفرتوں اور کدورتوں کے گرد جھاڑ کر اسلام کے صحیح معنوں میں مطیع وفرماں بردار ہو سکے۔

(۶) قوموں کی ذہنیت اور سماجی علوم پر ان کی گرفت مضبوط ہو۔

اس زمانہ میں ایسے مدارس بہت کم دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ایسی درس گاہوں کا ہونا بہت ضروری

ہے ورنہ علم دین کی اشاعت صحیح طریقے سے نہ ہوسکے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق خیر عطا فرمائے۔

⑵ تصنیف و تالیف:

علم دین کی اشاعت کا دوسرا اہم ذریعہ تحریر و قلم (تصنیف و تالیف) ہے۔ قلم کی طاقت ایک مسلم حقیقت ہے۔ بالخصوص دور جدید کے ذرائعِ نشر و اشاعت میں اسے سب سے ہمہ گیر، طاقت ور، مؤثر اور دیرپا مانا گیا ہے۔ قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی (جن پر ہمارے دینی معاملات کا مدار ہے) کی تدوین و اشاعت کا کام تحریر و قلم ہی کے ذریعہ ہوتا چلا آیا ہے۔ کسی دانش ور نے بڑے پتے کی بات کہی ہے کہ "جب کوئی کتاب منظرِ عام پر آتی ہے تو گویا ایک چراغ روشن ہو جاتا ہے" اور میرے خیال میں یہ چراغ دیگر مادّی چراغوں کی طرح بجھتا نہیں ہے، بلکہ آندھیوں کی زد میں بھی روشن رہتا ہے اور اپنے وجود کا احساس دلاتا ہے۔

صحابۂ کرام نے قرآن واحادیثِ رسول ﷺ کی حفاظت جہاں یاد رکھ کر اور ایک دوسرے کو سنا کر فرمائی، وہیں ان کی حفاظت انھیں تحریری شکل دے کر بھی کی۔ ساتھ ہی انھوں نے اپنے تلامذہ کو احادیث یاد کرا کے اور لکھ کر ان کی اشاعت کا حکم دیا۔ یہی وجہ ہے کہ تابعین و تبع تابعین کے دور میں جس برق رفتاری سے علوم کی تدوین اور کتابوں کی اشاعت عمل میں آئی تاریخ اس کی مثال لانے سے قاصر ہے، صرف قرآن وحدیث کے افہام و تفہیم کے لیے نت نئے علوم وفنون کی ایجاد ہوئی اور انھیں تحریر کی زنجیروں میں جکڑ کر قید کر دیا گیا گویا: العلم صید والکتابة قید.

چناں چہ حدیث واصول حدیث، فقہ واصول فقہ، بلاغت وادب، تفسیر و سیرت، تاریخ وجغرافیہ، منطق وفلسفہ سب کے سب اسی عہد زریں کی پیداوار ہیں۔ اسی زمانے میں احادیث کی معتمد اور مستند کتابیں لکھی گئیں جن سے آج تک بنی نوع انسان ہدایت پا رہا ہے۔ اگر یہ کتابیں نہ ہوتیں تو بعد والوں کو دین کی تعبیر و تشریح میں بہت ساری دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا۔

الغرض اسلامی علوم وفنون کی اشاعت زیادہ تر تحریر و قلم کے ذریعہ ہوئی۔ اسی طرح ماضی قریب کے بزرگوں نے تحریر و قلم کی اہمیت کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ہمیں اس کی سرمدی لذتوں سے شاد کام کرنے کے لیے بہت ساری کتابیں تحریر فرمائیں، جن سے ہم سب فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ چناں چہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ نے مختلف علوم وفنون میں تقریبًا ہزار سے

زائد کتابیں تحریر فرما کر اہل سنت وجماعت کے لیے علوم وفنون کا عظیم ذخیرہ چھوڑا۔ جنہیں پڑھ کر ان کے علمی وفکری، قلمی وتحریری عظمت کا بھرپور اندازہ ہوتا ہے آپ کی کتابیں ہمارے لیے گراں قدر معلومات کا خزانہ ہیں۔ یوہیں آپ نے فِرقِ باطلہ کے رد میں مختلف رسائل تصنیف فرمائے جن سے عوام الناس کو کافی فائدہ حاصل ہوا۔

آج بھی ہمارے مخلص اوراکابر علماے اہل سنت تحریر وتصنیف کے ذریعہ علم دین کی اشاعت کررہے ہیں جو یقیناً لائق صد احترام ہیں ۔ذیل میں چند تصنیفی اداروں کا تعارف اور ان کے کارنامے درج کیے جارہے ہیں یہ ادارے کتابیں شائع کرکے امت مسلمہ کے علمی مطالعہ اور دینی معلومات میں اضافہ اور ہدایت ورہ نمائی کا سامان فراہم کررہے ہیں۔

مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ مبارک پور: مجلس برکات، اہل سنت وجماعت کا واحد تصنیفی واشاعتی ادارہ ہے جو جامعہ اشرفیہ مباک پور، کے وسیع وعریض صحن میں واقع ہے۔ جہاں درسی وغیر درسی کتابیں دستیاب ہیں اور جہاں سے کثیر تعداد میں کتابیں شائع ہوتی ہیں۔ مجلس برکات کا تعارف کراتے ہوئے حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ العالی رقم طراز ہیں:

”تقریباً ۱۵؍سال پہلے جامعہ اشرفیہ کے اندر حضرت امین ملت پروفیسر سید محمد امین میاں برکاتی دام ظلہ کی سرپرستی میں ”مجلس برکات“ کا قیام عمل میں آیا، اس کا دائرۂ کار یہ متعیّن ہوا (۱) اہل سنت کے حواشی کے ساتھ درسیات کی اشاعت (۲) ضرورت کے مطابق نئے حواشی کی ترتیب (۳) نئی نصابی کتب کی تیاری۔

الحمد للہ! تینوں خطوط پر کامیابی ہے بلکہ زیادہ کام ہوچکا ہے اور مجلس برکات کی نشریات کو ہمہ جہت وقار ومقبولیت حاصل ہے۔“[۱]

المجمع الاسلامی، مبارکپور: ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء میں المجمع الاسلامی، کا مبارک پور میں باضابطہ قیام عمل میں آیا۔ اس کے بانی وارکان حضرت علامہ محمد احمد مصباحی، مولانا بدر القادری مصباحی، علامہ یٰسین اختر مصباحی اور علامہ عبد المبین نعمانی صاحبان حفظھم اللہ تعالیٰ ہیں۔ اب تک ۱۰۰؍سے زائد دینی وعلمی کتابیں اس ادارے سے شائع ہوچکی ہیں اور مزید

(۱) تین اہم صدارتی خطبے، ص: ۸.۷

تصنیف واشاعت کا کام جاری ہے۔اللہ تعالیٰ اسے فروغ واستحکام بخشے اور ملت اسلامیہ کے لیے اس کی افادیت عام فرمائے۔آمین۔

ان کے علاوہ امام احمد رضااکیڈمی،بریلی شریف☆ دارالقلم، دہلی☆مجلس اصحاب قلم، کولکاتا☆آل انڈیاتبلیغ سیرت،کولکاتا☆فلاح ریسرچ فاؤنڈیشن، دہلی☆ مرکز اہل سنت برکات رضا،گجرات☆تاج الفحول اکیڈمی،بدایوں شریف☆مجلس شرعی ، مبارک پور☆مخدوم جہاں اکیڈمی،ممبئی☆غوث الوریٰ اکیڈمی،کلیان،تھانہ☆البرکات اسلامک ایجوکیشن سنٹر، چمبور،ممبئی۔

یہ وہ ادارے ہیں جہاں سے اسلامی علوم وفنون کی ترویج و اشاعت عظیم پیمانے پر ہو رہی ہے۔ان اداروں کی جانب سے امام احمد رضاقدس سرہ کے افکارونظریات اور مذہب اہل سنت کے عقائدومعمولات کی تائیدوحمایت اور بدمذہبوں کے رد میں بے شمار کتابیں شائع کی گئیں۔ مختلف اسلوبِ بیان میں لکھی ہوئی ہزاروں تحریریں اس بات پر شاہدعدل ہیں کہ انھیں مسلک اہل سنت وجماعت سے دلی لگاؤاوران کے اصحاب کے اندراس کی بے لوث خدمت کا جذبہ ہے۔ان اداروں کی شائع کردہ کتابوں سے ہزاروں بدمذہبوں نے اپنے فاسداور غلط نظریات سے توبہ کرکے راہ حق کوپالیا ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان اداروں کی حفاظت اور ترقی عطا فرمائے۔آمین

اہم تجاویز:

● ہمارے علمائے کرام سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ ان علاقوں میں بھی تصنیفی ادارے قائم کرنے کی کوشش کریں جہاں پر تصنیفی اداروں کا کوئی نام ونشان نہیں ہے۔

● **تصنیفی ٹریننگ:** مکمل دوسالہ کورس کا اہتمام کریں۔جہاں صحافت سے دلچسپی رکھنے والے طلبہ تحریروقلم کے اصول سے آگاہ ہوسکیں۔

● ہر مکتبہ اوردارالتصنیف کی اپنی ایک ویب سائٹ ہو۔جس میں اب تک کی لکھی جانے والی کتابیں اَپلوڈ ہوں، تاکہ یہ عوام وخواص سب کے لیے سود مند ہوں کیوں کہ ہرشخص کتابیں خریدنے میں دلچسپی نہیں لیتااور بہتوں کے پاس اتنی رقم نہیں ہوتی کہ ہر کتاب خرید کر پڑھیں۔ جب کہ انٹر نیٹ کی طرف ہر عمر کے لوگوں کا عام رجحان ہے بالخصوص نوجوان طبقہ تو انٹرنیٹ کا حد درجہ شیدائی ہے۔

• ہرادارہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے رسائل کی اشاعت میں غیر معمولی سرگرمی کا مظاہرہ کرے تخریج وتسہیل اور تحشیہ کے ساتھ شائع کرنے کی کوشش کرے۔نیز ہمارے اسلاف کی کتابیں بھری پڑی ہیں،ان کی اشاعت بھی جلد از جلد کرنے کی کوشش کرے۔

• ہر صوبائی وملکی زبان مثلاً اردو،ہندی،مراٹھی،بنگالی،تمل،گجراتی وغیرہ زبانوں میں بھی دینی کتابوں کا ترجمہ (Translation) ہو،تاکہ ہر جگہ کے لوگ دینی علوم سے آشنا ہوسکیں یوں ہی عالمی زبان مثلاً عربی،انگریزی چینز،فرنچ میں بھی ان کتابوں کا ترجمہ ہو۔

یہ چند اہم تجاویز ہیں جن پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔انھیں عملی جامہ پہنانے سے اور انھیں بروئے کار لانے سے ان شاءاللہ علمِ دین کی اشاعت اور تعلیماتِ اسلام کو ہر گھر میں پہنچانا آسان ہوگا۔

③طباعت واشاعت:

علم دین کی اشاعت کا ایک ذریعہ طباعت واشاعت بھی ہے۔یعنی کتابوں کو چھپوا کر عام کرنا۔مذکورہ بالا ادارے تصنیفی ہونے کے ساتھ ساتھ اشاعتی بھی ہیں۔بعض ادارے صرف اشاعتی ہیں۔جہاں سے مختلف علوم وفنون کی کتابیں چھپ کر منظرِ عام پر آتی رہتی ہیں۔

ذیل میں چند اشاعتی اداروں کے نام درج ہیں:

رضا اکیڈمی ممبئی: رضا اکیڈمی کا قیام ۱۹۷۸ء میں ہوا۔اس کے بانی الحاج محمد سعید نوری صاحب ہیں۔رضا اکیڈمی ممبئی،نے چند سالوں میں مسلک اہل سنت وجماعت اور فکر رضا کی تبلیغ و اشاعت میں اکیلے جتنے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں،اس کی مثال پورے ہندوستان میں کہیں نہیں ملتی۔رضا اکیڈمی نے سب سے پہلے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی معرکۃ الآرا کتاب ”تمہید ایمان“ شائع کی۔اس کی تعدادِ اشاعت ۲۵/ہزار تھی۔[1]

اب تک کی مطبوعہ کتابوں کی تعداد،ساڑھے چھ سو کے قریب پہنچ چکی ہے اور یہ مطبوعات، مختلف موضوعات کے رنگ میں رنگی ہوئی ہیں۔لیکن ان میں رضویات کا رنگ سب سے گہرا ہے۔ ان میں سے خصوصاً ”کنزالایمان شریف“ جس کی اب تک کی تعدادِ اشاعت ۵۰/ ہزار

(۱) رضااکیڈمی کل،آج اور کل،ص:۱۰۰

سے تجاوز کرچکی ہے۔کنزالایمان کاانگریزی ترجمہ بھی شائع ہوچکا ہے۔رضااکیڈمی کی خدمات بے شمار اور گراں قدر ہیں۔اللہ تعالیٰ اس کی خدمات کو قبول فرمائے اوراہل سنت کے فروغ کا بہترین ذریعہ بنائے۔(آمین)

☆مکتبہ جام نور، دہلی ☆مکتبہ برہان ملت، مبارکپور ☆ مدینۃ العلوم انسٹی ٹیوٹ، کولکاتا ☆ حافظ ملت ریسرچ اکیڈمی، مبارک پور ☆نوری مشن، مالیگاؤں ☆المجمع المصباحی، مبارک پور ☆حق اکیڈمی، مبارکپور ☆غوث الوریٰ اکیڈمی، ممبئی ☆مخدوم جہاں اکیڈمی، ممبئی ☆ بیدار فاؤنڈیشن، ویشالی(بہار)☆ صفہ اسٹوڈینٹس آرگنائزیشن، کولکاتا۔☆ المجمع العلمی، جھارکھنڈ۔

ان کے علاوہ اور بھی ادارے ہیں جہاں سے اشاعت وطباعت کا کام ہورہا ہے۔جن کا مقصد علمِ دین کی ترویج واشاعت ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں دوام و استحکام بخشے۔(آمین)

اہم تجاویز:

• کتابوں کی اشاعت کے ساتھ ساتھ کتابچہ، ہینڈ بل، پمفلٹ وغیرہ جس میں اہم دینی مسائل ہوں، فری (مفت) تقسیم کیے جائیں۔

• مطبوعہ کتابوں کو عموماً کم قیمت میں دینے کی کوشش کی جائے، تاکہ ہر کوئی فائدہ حاصل کرسکے۔

• اہل علم حضرات جو دنیا سے رخصت ہوگئے ہیں ان کی حیات وخدمات پر کتابیں لکھ کر شائع کی جائیں اوران کی شخصیت سے امت مسلمہ کو متعارف کرائیں۔

• درسی وغیر درسی اسلامی کتابیں چھپواکر مدارسِ اسلامیہ میں وقف کی جائیں۔

• کوشش ہوکہ ہر مکتبہ اور دارالاشاعت سے متّصل ایک مطالعہ ہال ہو جس میں ادارے سے شائع شدہ اور دیگر کتابیں بھی دستیاب ہوں اور عوام وخواص سب کے لیے مطالعہ کرنے کی اجازت ہو۔

ظاہر ہے کہ ان سب کاموں کے لیے اچھی خاصی رقم کی ضرورت ہے۔اس لیے اہلِ خیر حضرات اس جانب متوجہ ہوں، اپنی کمائی میں سے ایک حصہ نکال کر ان اداروں کو دیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

④تقریر وخطابت:

علم دین کی اشاعت میں تقریر وخطابت کا بھی اہم کردار ہے۔حضور ﷺ نے دعوت و تبلیغِ حق

کی ابتداتقریر ہی سے فرمائی۔تقریر کااثر سماعت وبصارت پر ہی نہیں ہوتا،بلکہ یہ اذہان و قلوب تک کو مسخر کر کے رکھ دیتی ہے۔فرمان مصطفیٰ ﷺ کے مطابق صحابہ کرام نے تقریر کاسلسلہ جاری رکھا اور غیر مذاہب والوں کو حقانیتِ اسلام سے روشناس کرانے کے لیے تقریر کا سہارا لیتے رہے۔

مقرراور خطیب جس قدر باعمل اور صاحب کردار ہوگا،اسی قدراس کی تقریر کے اثرات مرتب ہوں گے۔اور صاحب کردار کی تقریر سے دلوں کی دنیابدل جاتی ہے۔سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی کی پُر تاثیر تقریر نے اس میدان میں نہ صرف کامیابی وکامرانی کے جھنڈے گاڑے، بلکہ نہایت ہی مختصر وقت میں ۹۰؍لاکھ ہندوؤں کودولت اسلام سے سرفراز کیا۔یہ اس لیے کہ آپ اعلیٰ درجے کے صاحب کردار وعمل تھے،توآپ کی تقریر کے اثرات اتنی ہی قوت سے ظاہر ہوئے۔حضور سیدنا غوث اعظم تقریر فرماتے توہر محفل سے کئی کئی جنازے اٹھا کرتے تھے، بہرحال تقریر تبلیغِ حق کے لیے موثر ذریعہ ہے۔

عصر حاضر میں مروّجہ مذہبی جلسوں کی حالت: لیکن آج جتنی زیادہ تقریریں ہورہی ہیں،عوام اسی قدر بے عملی کا شکار ہوتے جارہے ہیں۔خدا کاخوف ان کے دلوں سے مٹتا جارہا ہے۔ اسے دورِحاضر کاالمیہ کہیے کہ آج جب مذہبی جلسوں کی صورت وہیئت کامشاہدہ کیا جاتا ہے توان کی حقیقی صورت مٹتی ہوئی دکھائی دیتی ہے،ان کی حالت نہایت افسوس ناک ہوتی جارہی ہے۔ماضی کے برعکس آج دینی جلسے دعوت وتبلیغ کے بجائے سیر وتفریح اور سامانِ آسائش کے لیے استعمال ہونے لگے ہیں۔کل فرقِ باطلہ کارد کیاجاتاتھا،ان سے رشتہ ختم کرنے کافیصلہ دیا جاتا تھا، ان سے کلام کرنا،ان کے ساتھ اٹھنابیٹھنا حرام کے برابر قرار دیاجاتاتھا،آج بھی یہی حکم باقی ہے،آج بھی جلسوں میں یہ روش باقی ہےاس طریقے کودہرایاجارہاہے،مگران فرقِ باطلہ کے لیے نہیں۔بلکہ اپنے سنی،حنفی،مسلکی بھائیوں کے لیےان احکام کانفاذ ہورہاہے،عوام الناس کواپنے ہی لوگوں سے دوررہنے کوکہاجارہاہے،جس سے اپنے ہی مذہب کانقصان ہے۔کل جن کے پاس مذہبی جلسوں کے ذریعہ ردّفرقِ باطلہ کے لیے روپے نہیں تھے،مواقع نہیں تھے آج انھیں کے پاس اپنے سنی بھائیوں کے خلاف سرِعام زبان آلودہ کرنے،ان کے خلاف زہر اگلنے اور انھیں دین سے خارج کرنے کے لیے بہت پیسے اور مواقع ہیں۔اگر یہی رقم(روپیہ)کسی اچھے

ادارے میں دے دی جاتی تو اس کا عمدہ ثمر ضرور ملتا۔ اس کے ذریعہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے وہ رسائل جو دیمک کی نذر ہو رہے ہیں اشاعت پذیر ہو جاتے تو اس کا بڑا فائدہ ہوتا اور اس سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی روح بھی خوش ہوتی۔

ظاہر ہے ایسے جلسوں سے نہ تو عوام کا کوئی فائدہ ہے اور نہ ہی دین کا۔ لہٰذا ان جلسوں سے امت مسلمہ کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ اختلافی باتوں کی جگہ دین کی باتیں بتائی جائیں۔ ہر جلسے میں ایک تقریر "دین کے ضروری مسائل" کے عنوان سے ضرور کرائی جائے۔

مذہبی جلسوں کی خستہ حالی اور تنزلی کے اسباب پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آجائے گی کہ اس کا ذمہ دار کوئی ایک طبقہ نہیں، بلکہ مشترکہ طور پر خطبا، سامعین اور منتظمین سب ہیں۔

دور حاضر کے مقررین کی خامیاں اور ان کی اصلاح: آج بیشتر مقررین جو غیر معمولی شہرت کے حامل ہیں اور "جہان خطابت" کے بے تاج بادشاہ کہے جاتے ہیں، ان کی تقریروں کا جائزہ لینے پر معلوم ہوتا ہے کہ خطیبِ موصوف کے ذہن شریف کے میموری کارڈ میں چند مخصوص تقریریں ہی محفوظ ہیں۔ جن کو ہر محفل میں دہراتے رہتے ہیں، گویا ان کا سرمایۂ علم و فن یہی ہیں۔ اندازِ بیان بھی سطحی اور غیر سنجیدہ ہوتا ہے، بعض کا انداز اس قدر نامناسب ہوتا ہے کہ یہ معلوم ہی نہیں ہو پاتا کہ اسلامی اسٹیج ہے یا دوسری قوموں کی تفریحی نمائش گاہ۔

ایسے مقررین سادہ لوح مسلمانوں کو تو اپنے دامِ فریب میں پھانس سکتے ہیں، ان سے منہ مانگی رقم وصول کر سکتے ہیں، لیکن ان کی ہدایت و رہ نمائی میں کوئی مؤثر کردار ادا نہیں کر سکتے۔

اس لیے یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ کامیاب خطیب اسے ہی قرار دیا جائے گا جو مذہبی ضرورت اور حالات کے مطابق عناوین کا انتخاب کر کے ان پر تشفی بخش بحث کرنے کی صلاحیت و لیاقت رکھتا ہو، جن کا مقصد تقریر و بیانات سے رضائے الٰہی حاصل کرنا، دین کو تقویت پہنچانا، اسلامی افکار کی ترویج واشاعت کرنا ہو۔ نمود و نمائش، شہرت و ناموری، حصولِ جاہ و مال مقصود نہ ہو، کیوں کہ واعظ اگر مخلص ہوتا ہے تو اسے تائید غیبی حاصل ہوتی ہے اور توفیق خداوندی بھی شامل حال رہتی ہے۔

انتظامیہ کی خامیاں: اجلاس کے تعلق سے منتظمہ کمیٹی کی کوتاہ اندیشی کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، ان کا رویہ بھی دیگر گوں ہے اور جلسے کی ناکامی کا ذمہ دار ہے۔ کیوں کہ ان کا مقصد اخلاص

وللّٰہیت کے بجائے شہرت وناموری اورریا ونمود ہوچکا ہے، نیز مقررین کاانتخاب بھی اس کی شہادت دیتا ہے، کیوں کہ عام طور پرانھی مقررین کو مدعو کیا جاتا ہے جو بے جالفاظی اور تصنع سے مذہبی اجلاس کونمائش گاہ میں تبدیل کردیتے ہیں۔

اس پرمستزاد یہ کہ جلسوں کی کاروائی صبح تک چلاتے ہیں، جس کامنفی اثر یہ ہوتا ہے کہ فجر کی نماز ضائع ہوجاتی ہے اس کے سبب اور بھی بہت ساری مشکلات پیدا ہوجاتی ہیں جس کا نتیجہ ہر کس و ناکس پرواضح ہے۔

ظاہر ہے کہ اس طریقے کے اجلاس سے نہ تولوگوں کے اندر جذبۂ عمل پیدا ہوسکتا ہے اور نہ ہی خوف وخشیت خداوندی، اور جب ان کی تبلیغی کوششیں سادہ لوح مسلمانوں کے اندر مؤثر نہیں ہو رہی ہیں تو معاندین ومخالفین اسلام کے اندر کیسے اثرانداز ہوسکتی ہیں، اوروہ اسلام وایمان کواپنانے اوراس پرعمل کرنے کی جانب کیسے مائل ہوسکتے ہیں۔

مذکورہ افسوس ناک صورت حال سے نپٹنے کے لیے ہمارے بیدار مغز علما اور مرشدین کو توجہ دینے کی ضرورت ہے ورنہ اس کاانجام کیا ہوگاوہ پوشیدہ نہیں۔ ذیل میں کچھ تجاویز پیش کیے جارہے ہیں جوان شاءاللہ نفع بخش ثابت ہوں گے۔

- علم دین کی ترویج واشاعت کے مقصد سے صوبائی اورضلعی سطح پرایک عظیم الشان جلسہ ہر تین مہینے پر ہو، جس میں ایسے علماکو مدعو کیاجائے جواپنے اندر خدمت دین کا صحیح درد رکھتے ہوں اورامت کی اصلاح کاجذبہ بھی۔ کیوں کہ محض لفاظی سے امت کی اصلاح نہیں ہوسکتی۔
- جلسوں میں عموماً فرق باطلہ کے عقائدومعمولات اوراہل سنت وجماعت کی حقانیت کو واضح کیاجائے تاکہ عوام خود ہی سمجھ لیں کہ کون حق پر ہے اور کون صراطِ حق سے منحرف ہے۔ گالی گلوج اور بے جاطعن وتشنیع سے احتراز کیاجائے۔
- مقررین نذرانہ کا بے جا ڈمانڈ(مانگ)نہ کریں کہ اس سے لوگوں پرغلط اثر پڑتا ہے اور تقریر غیر مؤثر ہوجاتی ہے۔
- منتظمین جلسوں کی کاروائی زیادہ رات تک نہ چلاکر ۱۲/سے ۱/بجے کے اندراندراختتام تک پہنچانے کی کوشش کریں۔ کیوں کہ — ع

دواشک ہی کافی ہے اگر کچھ اثر کرے

• جلسوں کے اخراجات میں میانہ روی اختیار کیا جائے، اسلام میں بے جا فضول خرچی کی اجازت نہیں۔

• "کانفرنس کمیٹی" کی تشکیل ہو، جس کے زیر اہتمام پورے صوبہ میں کم سے کم سال بھر میں ایک اصلاحی و تبلیغی جلسہ کا انعقاد کیا جائے۔ ایک ہی جلسے میں ڈھیر ساری رقم خرچ کرنے سے بہتر ہے کہ اور بھی جلسے اتنی ہی رقم میں دوسری جگہوں پر منعقد کیے جائیں۔

یہ ذمہ داری علماے کرام، ائمہ حضرات اور مخلص اہل ثروت کی ہے۔ اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اس کمی کو پوری کرنے کی کوشش کریں۔ ان شاء اللہ جلسوں کے ذریعہ بھی علم دین کا فروغ ہوگا۔

⑤بیعت و ارشاد:

علم دین کی اشاعت میں بیعت و ارشاد (خانقاہ) کا اہم رول رہا ہے۔ ہمارے صوفیاے کرام و مشائخ عظام نے بیعت و ارشاد اور روحانی فیضان کے ذریعہ لوگوں کو دینی علوم سے بہرہ ور فرمایا، طالبان علوم نبویہ کی ذہن سازی کی اور ان کی روح کو بیدار فرمایا۔ انھیں اپنی دعاؤں سے نواز کر ان کی تقدیریں سنواریں اور ان کے دلوں میں علم دین کی ترویج و اشاعت کا جذبہ پیدا فرمایا۔

قدیم خانقاہیں درس و تدریس اور علم دین کے فروغ کے لیے بہت کارآمد ثابت ہوئی ہیں۔ حضرات صوفیہ اور مشائخِ زمانہ اس وقت صرف مجاہدۂ نفس اور اوراد و وظائف ہی کو عبادت نہیں تصور کرتے، بلکہ شریعت و طریقت اور ظاہر و باطن دونوں ہی کی تعلیم سماج کے لیے لازم سمجھتے تھے۔ ہر خانقاہ میں باطنی علوم حاصل کرنے والوں کے علاوہ ظاہری علوم حاصل کرنے والوں کی بھی کثرت ہوتی تھی۔ سلسلہ سہروردیہ کے مشہور بزرگ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خانقاہ کے علاوہ "مدرسہ بہائیہ" کے نام سے ایک عالی شان مدرسہ بھی قائم کیا تھا، جس میں علما، قرا اور حفاظ پیدا کیے جاتے تھے اور اس دور کی مشہور زبانوں میں وہاں درس دیا جاتا تھا تاکہ اس مدرسے کے فارغین مختلف علاقوں میں حسن و خوبی اسلام کی تبلیغ کر سکیں۔ یہی حال دوسرے صوفیہ و مشائخ کا تھا۔

مگر آج چند مخصوص خانقاہوں کے علاوہ دیگر خانقاہوں کا حال اس قدر خستہ ہے جس کے بیان

سے خانقاہوں کی عظمت رفتہ پر آنچ آنے لگتی ہے۔خانقاہی نظام کو جن دعوتی اوراصلاحی مقاصد کے لیے ہمارے اسلاف اور بزرگان دین نے متعارف کرایاتھاان مقاصد واہداف کافقدان ہو چکاہے۔اب صرف ایک رسم باقی رہ گئی ہے کہ نسلاًبعدنسل اس کی وراثت چل پڑی ہے۔نااہل لوگوں کوصاحب سجادہ کی عظیم مسند دے کرخانقاہ کی عظمت و آبرو اور اس کی اہمیت وافادیت کو مجروح کیاجارہاہے۔گویا: ع

زاغوں کے تصرف میں عقابوں کا نشیمن

پیرانِ طریقت اور رہبرانِ شریعت، عوام الناس میں ایسانشہ گھول دیتے ہیں کہ عوام صرف انھی کے نام پر جان قربان کرتے ہیں اوران کے استقبال اور خاطرداری کے واسطے مال وزر خرچ کرنے میں دونوں جہان کی سعادت مندی اور فلاح وبہبود تصور کرتے ہیں۔اور پیرانِ طریقت ورہبرانِ شریعت عوام کی سادگی سے فائدہ اٹھاکراپنی جیب گرم کرنے اوراپنابینک بیلنس بڑھانے میں جٹے ہوئے ہیں۔دعوت وتبلیغ کی خاطرکوئی لائحۂ عمل اختیار نہیں کرتے جب کہ عوام کے اندر یہی لوگ دین کے مبلغ اورداعیِ حق کہلاتے ہیں۔

مریدین ومتوسلین کاحال بھی دگرگوں ہے۔اپنے پیر کے علاوہ دوسرے علماومشائخ کی عزت واحترام میں کنجوسی سے کام لیتے ہیں۔جوکچھ بھی پیر صاحب کہہ دیں،اگرچہ وہ علم سے کورے ہیں،وہی درست وصواب ہے اوروہی کرناہے۔باقی علماکی خدمات کی کوئی قدر نہیں۔

ان مریدین کے احوال کے تعلق سے مولانااسیدالحق محمدعاصم القادری مدظلہ العالی لکھتے ہیں:

”ہمارے یہاں ۱۰۰/ میں سے ۹۵/ لوگ مرید ہونے کے بعد بھی ویسے ہی رہتے ہیں جیسے مرید ہونے سے پہلے تھے۔نہ کردار وعمل میں کوئی فرق،نہ زندگی میں کوئی انقلاب،ہاں اتنی تبدیلی ضرور آتی ہے کہ مرید ہونے سے پہلے ساری خانقاہوں اور مشائخ کااحترام کرتاتھا۔مگر کسی کے دامن سے وابستہ ہونے کے بعداب ساری خانقاہیں اور مشائخ اس کی نظر میں ہیچ ہیں،اب وہ نہ کسی دوسرے بزرگ کی تعظیم کرنے کوتیار ہے نہ کسی کی تعریف اسے برداشت ہے۔جلسہ میں تقریر ہو تو اس کے مشائخ کے علم وتقویٰ اوران کی خدمات وکرامات کاضرور ذکرکیاجائے،نعت پڑھی جائے تو اس کے پیرکی،سلام پڑھاجائے تواس کے پیر کالکھاہوا،جلسہ میں نعرہ لگے تواس کے

پیر کے نام کا اور اگر خدانخواستہ کسی جلسہ میں یہ نہ ہو تو اس کو ناکام کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنا اس کا ”خانقاہی فریضہ“ ہے۔“[۱]

اسی طرح اگر آج خانقاہوں سے متعلق نئی نسل کی تعلیم و تربیت اور اخلاق و کردار کا جائزہ لیا جائے تو یہ افسوس ناک حقیقت سامنے آتی ہے کہ عام طور پر خانقاہوں کے شہزادگان، نہ صرف یہ کہ علم دین سے تہی دامن ہیں بلکہ خانقاہی اخلاق وآداب سے بھی آراستہ نہیں ہیں۔

غور کرنے سے چند اسباب سامنے آتے ہیں:

(۱) والدین کی طرف سے آزادی، کہ وہ اپنی مصروفیات اور تبلیغی دوروں کے سبب اپنے صاحب زادے کی تعلیم و تربیت کے لیے مطلوبہ توجہ اور نگرانی کی خاطر وقت نہیں دے پاتے۔

(۲) جاہل مریدین اور غالی قسم کے معتقدین کا ان شہزادگان کی نوعمری ہی سے دست بوسی و قدم بوسی کرنا اور اہل ثروت کا ان پر بے بہا اپنی دولت خرچ کرنا، جس کے سبب وہ خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ جب اتنی عزت و شہرت اور ادب واحترام ہمیں حاصل ہو ہی رہا ہے تو پھر پڑھنے لکھنے میں محنت صرف کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

(۳) نذرانوں کی کثرت اور دولت کی فراوانی، انھیں مستقبل میں فکر معاش سے بے نیاز کر دیتی ہے، جب کہ دوسرے طالب علم حصول تعلیم کے ساتھ کسب معاش اور اچھی جگہ کی تلاش میں بھی فکر و شعور کا استعمال کرتے ہیں۔

یہ چند اسباب بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی وجوہات ہیں جن کے سبب نئی نسل علم سے کوسوں دور ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہمارے قابل قدر مشائخ اور پیرانِ عظام اولاً اپنی خانقاہوں کی نئی نسل کو علم و عمل سے آراستہ کریں۔ ان کے اخلاق و کردار کو سنواریں پھر انھیں ان کی اہلیت کی بنا پر مسند خلافت پر فائز کریں۔ تاکہ خانقاہوں کے ذریعہ علمی خدمات پھر سے انجام پذیر ہوں۔ اور خانقاہیں اپنی کھوئی ہوئی شان دوبارہ حاصل کر سکیں۔

ہمارے پیرانِ طریقت و رہبرانِ شریعت، اپنے مریدین و متوسلین کو اس جانب توجہ دلائیں کہ وہ اپنے مال وزر کے ذریعہ علم دین کی اشاعت میں حصہ لیں اور فضول خرچی سے اجتناب کریں۔

(۱) جام نور، جون ۲۰۰۴ء

⑥مساجد:

علم دین کے فروغ میں مساجد کواوّلیت اور مرکزیت حاصل ہے۔ابتدائے اسلام میں معلم کائنات ﷺ نے درس وتدریس،تعلیم وتعلم،دعوت وتبلیغ اوراصلاحِ معاشرہ جیسے فرائض مسجد سے انجام دیے۔

آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین نے بھی مسلمانوں کے عروج وارتقا کے زمانے میں دعوتِ دین،وعظ ونصیحت،عدالت ومشاورت،تزکیۂ نفس اور تربیتِ فکر،غرض کہ ہر طرح کے امور خیر مسجد میں انجام دیے ہیں۔

اُس وقت امامت کا اعلیٰ منصب یا توخلیفۃ المسلمین کے سر ہوتا یا اس کے نائب کے سر۔ یا امامت کے لیے کم ازکم ایسے شخص کا انتخاب عمل میں آتا جو علم ومعرفت،زہد وتقویٰ اور تجوید وقراءت میں سب پر فائق ہو۔یہی وجہ ہے کہ مسلمان ہمیشہ سے مسجد ہی کی طرف رجوع کرتے آئے ہیں۔ مگر یہ مرکزیت مساجد کوماضی قریب تک حاصل رہی اورفی زمانا مساجد کی مرکزیت تقریباًختم ہوتی نظر آرہی ہے۔(الاماشاءاللہ)

مسجدوں کی مرکزیت ختم ہونے اورمسلمانوں کا مساجد سے دوری اختیار کرنے کے کاسبب یہ ہے کہ مساجد کے ائمہ حضرات عموماًایسے منتخب کیے جاتے ہیں جوکم علم ہوتے ہیں۔ان کے اندر علمی صلاحیت کافقدان ہوتا ہے۔دنیاوی اور سماجی معاملات نیزحالات کے تقاضے کوسمجھنے سے عاجز وقاصر ہوتے ہیں۔بالعموم خود کو فرضِ منصبی سے کوسوں دور رکھتے ہیں۔حد تو یہ ہے کہ امامت کوحصول زراوردنیاطلبی کاذریعہ بناچکے ہیں۔ان کے اندر خلوص وللّٰہیت کی جگہ حرص ولالچ آگئی ہے۔وہ اپنے کوفکری اعتبار سے بہت کمزوراور ناکارہ تصور کرتے ہیں ،حالاں کہ امام کادرجہ بہت بلنداورارفع واعلیٰ ہے۔

ظاہر ہے کہ اگرایسے امام کاانتخاب کیاجائے تومساجد کی مرکزیت کیوں نہ ختم ہوگی ؟اور لوگ مسجد سے کیوں نہ دور ہوں گے ؟

اوراس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نمازی حضرات ،ائمہ کے لیے بہت ہی کم تنخواہ مقرر کرتے ہیں، جو ان کے لیے ناکافی ہوتی ہے اوروہ فکر معاش میں الجھ کردینی فرائض کی کماحقہ ادائیگی نہیں

کر پاتے۔ اہل خیر حضرات ائمہ کے لیے معقول تنخواہ مقرر کریں اور انھیں فکر معاش سے بے نیاز رکھیں۔ ان شاءاللہ مساجد کی مرکزیت دوبارہ بحال ہوجائے گی۔

اب ذیل میں ائمہ کے ضروری اوصاف درج کیے جاتے ہیں، جن پر عمل پیرا ہونا ایک امام کے لیے اشد ضروری ہے:

(۱) ملت کا معمار ہونے کی حیثیت سے امام کو اعلیٰ سیرت وکردار کا حامل ہونا چاہیے تاکہ عوام پر اس کی شخصیت کا اچھا اثر پڑ سکے۔ (۲) لب ولہجہ شیریں اور نرم ہو، تلخ اور کڑوی باتوں کو بھی گوارہ کرلے، جھگڑالو بالکل نہ ہو۔ ملنسار، خوش اخلاق اور ہر ایک کی نظر میں محبوب ومکرم ہو۔ (۳) اپنے عہدہ اور منصب کا اہل ہو۔ (۴) دعوت وتبلیغ کو اپنا فرض منصبی تصور کرتا ہو نیز اسے اسلامی فریضہ سمجھتا ہو۔ دین کا ہمدرد اور مذہبِ حق کے لیے کچھ کرگزرنے کا حوصلہ رکھتا ہو۔ (۵) دین کے ضروری مسائل سے واقفیت رکھتا ہو۔

یہ وہ بنیادی اوصاف ہیں جنھیں اپنا کر امام صحیح معنوں میں امامت کا اہل ہوسکتا ہے۔ علاوہ ازیں علمی لیاقت بدرجہ اتم موجود ہو؛ کیوں کہ امام اگر کم علم یا جاہل مطلق ہوگا تو نماز پڑھانے میں طرح طرح کی شرعی غلطیوں کا مرتکب ہوگا جس کے نتیجہ میں وہ اپنی اور دوسروں کی بھی نماز خراب کردے گا جو عنداللہ قابل جرم اور باعث عقاب وعذاب ہے اور وہ دعوت وتبلیغ کا بنیادی کام بھی انجام نہ دے سکے گا۔ اس لیے امام کا عالم ہونا امامت کے ساتھ دعوت وتبلیغ کے لیے بھی اہم جزکی حیثیت رکھتا ہے۔

دینی علوم کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم سے بھی واقفیت ہونی چاہیے۔ اس سے دعوت وتبلیغ میں کافی مدد ملے گی۔ عموماً عربی، اردو، انگلش جیسی زبانوں پر عبور حاصل ہو یا کم ازکم اس سے شناسائی ضرور ہو۔ بسااوقات ان میں سے ایک کی کمی اجنبیت کا شکار بنادیتی ہے۔

ائمہ کے لیے ضروری ہدایات: ائمۂ مساجد، دعوت وتبلیغ اور دینی علوم کے فروغ کے لیے مندرجہ ذیل طریقے اپنا سکتے ہیں جو نہایت کارآمد اور مفید ہیں:

- ہر جمعہ کسی اچھے عنوان پر بھرپور مواد کے ساتھ اصلاحی بیانات دیں اور ان میں ماحول اور جگہ کے لحاظ سے زبان کا استعمال کریں، تاکہ عوام کا ذہن بآسانی قبول کرلے۔

• شخصی طور پر امام صاحب دعوت وتبلیغ کی گراں قدر خدمات اور درس وتدریس کا کام بخوبی انجام دے سکتے ہیں، کیوں کہ وہ عوام سے زیادہ قریب ہوتے ہیں اور روزانہ ان سے سابقہ پڑتا ہے۔

• امام صاحب مسجد میں ایک بلیک بورڈ لگوائیں اور روزانہ یا کم از کم ہفتے میں چھوٹے چھوٹے مسائل مثلاً وضو، غسل، استنجا وغیرہ کے طریقے اس پر لکھا کریں جو حوالوں سے مزیّن ہوں۔

• علم دین کی اشاعت میں سوال وجواب بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ لہٰذا امام صاحب، ہفتہ وار یا ۱۵؍روزہ کم سے کم ایک بار ضرور اس کا اہتمام کریں۔ جس میں ہر شخص کو دینی مسائل پوچھنے کی اجازت ہو۔ ساتھ ہی ایک بکس بھی لگوادیں کہ جو شخص سوال پوچھنے میں عار محسوس کرے وہ اپنے سوالات، اس بکس میں ڈال دے، تاکہ اسے اس کا تشفی بخش جواب مل سکے۔

• مسجد میں صبح ۷؍بجے سے روزانہ بچوں کی تعلیم کا انتظام ہو اور مغرب یا بعد نماز عشا نوجوانوں اور ضعیف حضرات کی تعلیم کا بندوبست ہو۔

یہ وہ طریقے اور اسباب ہیں جن کے ذریعہ اسلامی تعلیمات کو عام کیا جاسکتا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس پر سنجیدگی سے غور کیا جائے اور انھیں عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی جائے ان شاء اللہ جلد ہی مساجد کی مرکزیت دوبارہ بحال ہوجائے گی۔

⑦ دعوتی واصلاحی تنظیم:

علم دین کی اشاعت کا ایک ذریعہ تنظیم (Organization) بھی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ کوئی بھی جماعت یا پارٹی اسی وقت ترقی پذیر ہوتی ہے، جب اس کے افراد منظم طریقے سے اپنے مذہب کے فروغ کے لیے متحرک ہوتے ہیں اور اپنے اہداف کی تکمیل کے لیے تنظیمی سطح پر کام کرتے ہیں۔ اور انفرادی و اجتماعی طور پر سرگرم عمل رہتے ہیں۔

منکرین اسلام میں، یہود و نصاریٰ اور مدعیانِ اسلام میں، قادیانی اور وہابی جیسے فرق باطلہ، تعداد میں مختصر ہونے کے باوجود ترقی کی راہ پر گامزن ہیں اور اپنے افکار ونظریات کی تبلیغ وترسیل میں شب وروز مصروف ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان کے اندر اپنے مذہب ومسلک کو پھیلانے اور بڑھانے کا جذبہ زیادہ ہے۔ دعوت وتبلیغ کے لیے متعدّد تنظیمیں ان کے یہاں منصوبہ بند طریقے سے سرگرم عمل ہیں۔ یہ لوگ تنظیم کے ماتحت دعوت وتبلیغ کے لیے جگہ جگہ

ادارے کھول کر اچھے معلم کے ذریعے تعلیم و تبلیغ کا کام انجام دیتے ہیں سنی و غیرسنی ہرایک کو اپنے اجلاس و اجتماع میں پہونچنے کی دعوت دیتے ہیں۔ غریب و نادار سنی افراد کو تلاش کرکے ان کا تعاون کرتے ہیں اوراس طرح وہ عوام الناس کی ہمدردیاں حاصل کرکے اپنے عقائد و نظریات کا انھیں پابند بنا لیتے ہیں۔ خاص طور سے عصر حاضر کے انگریزی داں طبقہ اور ناخواندہ مسلمان جو عموماً دینی مسائل میں کمزور ہوا کرتے ہیں، ان کے جال میں پھنس کر اپنا ایمان وعاقبت برباد کر لیتے ہیں۔ عیسائیوں کی جانب سے بھولے بھالے مسلم عوام کے سادہ ذہنوں میں ثلیث و عیسائیت کا رنگ بھرنے کے لیے جو طریقۂ کار اپناتے ہیں، ان کی تفصیلات جاننے کے لیے "دنیا عیسائیت کی زد میں" نامی کتاب کا مطالعہ کریں۔ آپ کو حیرت ہوگی اوران کی تبلیغی سرگرمیوں کا بخوبی اندازہ بھی ہوگا۔ یہود و نصاریٰ اور نام نہاد گمراہ مسلم فرقے تعلیم و تبلیغ کے میدان میں جو سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں، ان کا پچاس فیصد بھی سنی حضرات استعمال کریں تو سنّیت کا سکڑتا ہوا دائرہ پھر سے وسیع ہو سکتا ہے۔

الغرض تنظیم کی اہمیت وافادیت دور حاضر میں بالکل واضح ہے۔ اس ضرورت کو سمجھ کر ہمارے کچھ اکابر علمائے کرام اوراہل خیر حضرات نے تنظیمیں قائم کی ہیں، جو الحمدللہ اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہیں۔ لیکن عالمی یا ملکی سطح پر کوئی ایسی تنظیم اب تک قائم نہیں ہوسکی ہے جو بیک وقت پورے ملک پر اثر انداز ہو۔ اس کی اہمیت کا احساس اس وقت ہوا، جب ستمبر ۲۰۱۳ء میں مغربی اترپردیش کے ضلع مظفر نگر اور قرب وجوار کے کچھ اضلاع میں بھیانک فرقہ وارانہ فساد برپا ہوا۔ جس کے نتیجے میں جانی ومالی اعتبار سے مسلمانوں کا کافی نقصان ہوا، سیکڑوں آباد گھر برباد ہو گئے۔ ایسے پرخطر ماحول میں فرقِ باطلہ کی کچھ تنظیمیں مثلاً "جمعیۃ علمائے ہند" و "جمعیۃ اہل حدیث ہند" کی طرف سے فساد متأثرین کے ساتھ بڑے ہمدردانہ اور مخلصانہ رویّے اپنائے گئے۔

ان ہمدردانہ و مخلصانہ رویّے کے پیچھے ان کا ایک عظیم مقصد پوشیدہ ہے اوروہ پریشان حال مسلمان کے دُکھ اور مصیبت میں، ان کا ساتھ دے کر ان کو اپنی جماعت میں شامل کرنا ہے، اپنے عقائد و معمولات اور افکار و نظریات سے انھیں ہم آہنگ کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب عام مسلمانوں سے ایسی حالت میں ہمدردانہ سلوک کیا جائے تو وہ انھیں اپنا مسیحا سمجھیں گے اوران کے عقائد

و معمولات کو اپنائیں گے۔

ایسے نازک موڑ پر ہمارے (اہل سنت وجماعت) یہاں کوئی ایسی ملکی تنظیم نہیں جو ان بدعقیدہ تنظیموں کے مقابل شمشیر بُرّاں ثابت ہو اوران متاثرین کے ساتھ ہمدردی کا رویّہ اپناکر انھیں اہل سنت وجماعت سے منسلک کر سکے۔کیاہمارے پاس وہ ساری سہولتیں نہیں ہیں ؟کیا ہماری تعداد ان سے زیادہ نہیں ہے ؟کیاہماری حقانیت ہمیں تسلیم نہیں ہے ؟ان سارے سوالوں کاجواب اگراثبات میں ہے۔توآخر کیاوجہ ہے کہ ہم اپنی کثیر تعداد کے باوجودان کامقابلہ نہیں کر سکتے ؟اس کے اسباب پر غوروخوض کرنے سے جونتیجہ نکلتاہے وہ یہ کہ ہمارے عام سنی مسلمان اور ہمارے اکابرین علماکے مابین آپسی اختلاف وانتشار ہے،ہم صرف اپناہی فائدہ دیکھتے ہیں،امت مسلمہ کی فکر ہمیں نہیں۔ہم آپس میں ایک دوسرے کی بُرائی بیان کرکے،عوام کوایک جماعت کے موافق اوردوسری جماعت کے مخالف بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔اپنے ہی سنی بھائیوں کے خلاف عَلَمِ بغاوت بلند کرتے ہیں۔جس سے ہمارے عوام بدظن ہوکرفرق باطلہ سے اپنارشتہ استوار کرلیتے ہیں۔اگرایسانہ کرکے ان متاثرین اور مصیبت زدہ مسلمانوں کی مدد کی جائے،توانشاءاللہ اسلامی تعلیمات عام سے عام ترہوجائیں گی اور لوگ،اہل سنت وجماعت کے سائے تلے آجائیں گے۔دعوت وتبلیغ کے خواب کوشرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے آج اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ غریب ونادار عوام کی امداد کی جائے اوران کی تعلیم وتربیت کامفت انتظام کیاجائے،تاکہ ہمارے عوام ہمارے قریب آسکیں اور سنّیت کے پرچم تلے جمع ہوسکیں۔

مقام صدافسوس ہے کہ ہمارے اندر کاضمیر مردہ ہوچکاہے۔موقع محل کے مناسب اور حالات حاضرہ کوپیش نظر رکھتے ہوئے ماضی قریب کے چند حسّاس اور زندہ دل قائدین نے کئی تنظیمیں قائم کیں۔علمِ دین کے فروغ اوراسلام وسنیت کی تبلیغ واشاعت کی خاطر کئی تحریکیں بھی چلائیں۔مگر نظم ونسق کی کمی،آپسی اختلافات،جاہ طلبی،انانیت،مسلکی ومشربی لڑائی نے سارے کیے دھرے پر پانی پھیردیا۔اگراب بھی کوئی تنظیم اس کارِخیر میں حصہ لے رہی ہے،توان پر ہمارے کرم فرما،مفتیانِ کرام آپسی رنجش کی تاب نہ لاکرایک ہی ساتھ ڈھیرسارے فتاوے گمراہیت، بدعقیدیت،صلح کلیت کے لگادیتے ہیں۔جن سے تنظیمی سطح پرکام کرنے والے افراد کے حوصلے پست ہوجاتے ہیں اوران کے مچلتے جذبات

سرد پڑجاتے ہیں۔نتیجۃً وہ دعوت وتبلیغ کا کام بہتر طریقے سے انجام نہیں دے پاتے ہیں۔اور ہماری انفرادی دعوتی کوششیں رائیگاں ہوکررہ جاتی ہیں۔ حالات کا یہ جبری مطالبہ ہے کہ ان جیسی سنی تبلیغی تنظیم کا قیام عمل میں لائیں جیساکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضامحدث بریلوی قدس سرہٗ نے اپنے دس نکاتی پروگرام میں ارشاد فرمایا ہے: ”شہروں شہروں میں آپ کے سفیر نگراں رہیں۔ جہاں جس قسم کے واعظ یامناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ اطلاع دیں۔آپ سرکوبیٔ اعدا کے لیے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں۔“[1] کیوں کہ اب نہ وسائل کی کمی ہے نہ مریدین ومتوسلین کی۔ وہ تو ایک ابرو کے اشارے کی تاک میں رہتے ہیں،کہ حکم ہوتوساری دولت حضرت کی ذات پر قربان کردیا جائے۔ایسے حوصلہ شکن افراد سے گذارش ہے کہ وہ ان سنی،اسلامی، دعوتی تنظیم کواپنا کام کرنے دیں کہ ،جن کا مقصد گھر گھر، رسول اللہ ﷺ کی سنت پہنچاناہے اور آپ ﷺ کی تعلیمات عام کرنا ہے۔اس طریقۂ کار اور دعوتی نکات پر عمل کیاجائے تو ان شاءاللہ تعالیٰ ،اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضاخان علیہ الرحمۃ کی روح بہت خوش ہوگی اوران کا فیض،اَبرِ باراں بن کر ہمارے سروں پر سایہ فگن ہوگا۔

شاید بعض حضرات یہ سوچتے ہیں کہ ہمارے اسلاف کی روحانی وتبلیغی کوششوں سے اہل حق کی جوجماعت وجود میں آئی ہے،آج وہ اتنی طاقتور ہوگئی ہے کہ دوسرے فرقوں کی طرح اسے جدوجہد کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔یہ پست خیالی ہمیں کس رخ پر لے جارہی ہے ہمیں اس کا اندازہ نہیں۔

تنظیم کی تشکیل اور ہماری ذمہ داریاں: ہمارے علمائے کرام کی ذمہ داری ہے کہ عالمی، ملکی، صوبائی یا کم ازکم ضلعی سطح پر ایسی تنظیم کی تشکیل فرمائیں،جن کا مقصد اہل سنت وجماعت کو فروغ دینا،علم دین کی اشاعت کرنااور ہر مصیبت زدہ، پریشان حال،غریب ولاچار مسلمانوں کی حتی المقدور مدد کرناہو۔ تاکہ دوسرے لوگ انھیں اپناشکار نہ بناسکیں۔کوئی بھی تنظیم قائم کرتے وقت اس بات کا ضرور خیال رہے کہ وہ کون سی بات ہے جن کے اپنانے سے تنظیم فعّال اور دیرپاہوسکتی ہے۔ کیوں کہ عموماً تنظیمیں وجود میں توآتی ہیں، مگر ثابت قدم نہیں رہ پاتیں اور کچھ ہی سالوں کے بعد

(۱) فتاویٰ رضویہ،ج:۱۲،ص:۱۳۳

گمنامی کے قبرستان میں دفن ہوجاتی ہیں۔

ذیل میں اشاعتِ علم دین اور تبلیغی تنظیم کے قیام واستحکام سے متعلق چند تجاویز اور بنیادی نکات بیان کیے جاتے ہیں۔ جنھیں اپناکر ایک تنظیم کا ڈھانچہ مضبوط کیا جاسکتا ہے اور اس کے پائدار مستقبل کی ضمانت لی جاسکتی ہے۔

- کسی بھی نئی تنظیم کی تشکیل سے بہتر یہ ہے کہ پہلے سے کام کررہی تنظیموں کی امداد کرکے انھیں ایک مرکزی تنظیم کی شکل دی جائے۔ جن کو ہمارے اکابرین نے حالات اور وقت کے پیش نظر قائم کیا تھا اور جو آج نظم وضبط کے فقدان اور امداد کی کمی کی وجہ سے خستہ حالت میں ہیں۔
- عہدہ ومنصب، نام ونمود، تفوق وبرتری اور شہرت وناموری جیسے فاسد خیالات کو ذہن سے نکال دیں۔ اور اپنے اندر رضاے الٰہی وخوشنودی رسول ﷺ کا جذبہ وحوصلہ پیدا کریں۔
- کوئی بھی تنظیم قائم کرنے کے لیے اچھی خاصی رقم کی ضرورت ہوتی ہے بعض تنظیمیں مال وزر کی کمی کی وجہ سے دوام واستحکام حاصل نہ کرسکیں۔ لہٰذا اس کے لیے حکومتی فنڈ حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ نیز ایسے بلند ہمت باذوق افراد کا انتخاب کریں جو ماہانہ اور سالانہ چندہ دے کر اس کی امداد کریں۔
- جلسہ اور عرس منانے والے اگر تھوڑی بچت کرکے، صاحبِ عرس یا دیگر بزرگان دین کے نام دعوتی واصلاحی تنظیم میں اپنا رقم دیں۔ یا ایک نئی تنظیم قائم کریں تو بھی عصر حاضر کی دینی ضرورتیں بڑی حد تک پوری ہوسکتی ہیں اور علم دین کی بھرپور اشاعت ہوسکتی ہے۔
- منصب وعہدہ کو لے کر بھی بالعموم تنظیم عالم سکرات میں مبتلا ہوجاتی ہے۔ اس لیے کسی بھی سنی تنظیم میں منصب وعہدہ کی تقسیم سے پرہیز کیا جائے اور صرف کام سے مطلب رکھا جائے۔

⑧ معاصر میڈیا:

عصر حاضر میں علم دین کے ترویج واشاعت کا سب سے مؤثر ذریعہ ”معاصر میڈیا“ ہے۔ اس کے ذریعہ اصلاحِ فکر واعتقاد اور دعوت وتبلیغ کا کام بہت آسان ہوگیا ہے۔ ایک شخص داعی اور مصلح صحیح معنوں میں اسی وقت کہلا سکتا ہے، جب کہ وہ اپنے زمانے کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی سرگرمیاں جاری رکھے۔ یہی شریعت اور عقل کا تقاضا ہے۔ زمانے کے تقاضوں سے آنکھیں بند

کر کے کوئی بھی بڑا کام کیا جائے، کسی حال میں بھی وہ قابل ستائش اور مؤثر نہیں بن سکتا۔

قرآن کا ارشاد ہے: ”اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَ جَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ ؕ“(۱) یعنی اپنے رب کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقے سے بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔ حضور ﷺ نے قرآن کے اس ارشاد پر مکمل طور سے کار بند ہو کر تبلیغی کام کو آگے بڑھایا۔ یعنی آپ نے بتقاضائے حکمت، دعوت و تبلیغ اور فروغ علم دین کے مختلف طریقے اپنائے۔ جس کی مثال سیرت کی کتابوں میں موجود ہے۔

اس لیے دور جدید میں بھی حالات کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے، دعوت و تبلیغ کا عظیم کام کرنا ہوگا۔ ورنہ ہم اپنے مقصد میں کلی طور پر کامیاب نہیں ہوسکتے؛ کیوں کہ اسلام مخالف لوگ (یہودی، عیسائی) اور دوسرے بدعقیدہ حضرات ”معاصر میڈیا“ کے ذریعہ اسلام و سنّیت کی حقانیت کو پامال کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی اور گستاخی کر رہے ہیں۔ مذہب اسلام پر طرح طرح کے اعتراضات کر رہے ہیں اور میڈیا کے بل بوتے انھیں پوری دنیا میں نشر کر رہے ہیں۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج مسلمانوں کے خلاف پوری عالمی برادری متحد ہو چکی ہے اور مسلمانوں کے وجود کو صفحۂ دہر سے مٹانے کے لیے اپنے ممکن حربہ استعمال کر رہی ہے۔ شرعی حدود و قوانین کو مدنظر رکھتے ہوئے ان جدید ذرائع ابلاغ کا استعمال ہونا چاہیے۔ جیسے ہمارے بہت سے علما و مبلغین حضرات، پاسپورٹ اور ویزا کے لیے تصویر بنوا کر امریکہ، افریقہ اور یورپ کے دیگر ملکوں کا سفر کرتے ہیں۔ جن کا مقصد اسلام کی ترویج و اشاعت اور تعلیماتِ اسلام کا فروغ ہوتا ہے۔ جب تبلیغ دین کے نام پر، ان کا یہ اقدام صحیح ہے تو پھر معاصر میڈیا کا استعمال دعوت دین کے لیے کیوں نہیں درست ہوگا۔

معاصر میڈیا کیا ہے؟ میڈیا کو اجمالی طور پر دو خانوں میں تقسیم کیا گیا ہے: پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا۔ روز نامہ، سہ روزہ اور ہفت روزہ اخبارات، پندرہ روزہ و ماہانہ میگزین، ہینڈ بل، پمفلٹ وغیرہ کا شمار پرنٹ میڈیا میں ہوتا ہے۔ جب کہ ریڈیو، ٹیلی ویژن، آڈیو/ویڈیو کیسٹس اور

---

(۱) سورۂ نحل، آیت: ۱۲۵

انٹرنیٹ،الیکٹرانک میڈیاکے زمرے میں آتے ہیں۔

پرنٹ میڈیا: اس میں سب سے زیادہ مؤثر روزنامہ اخبار اور رسائل و جرائد ہیں۔ جن کا مختصر تعارف درج ذیل ہیں۔

(ا)روزنامہ: پرنٹ میڈیا میں سب سے مؤثرذریعۂ ابلاغ روزنامہ اخبار ہے۔ سماج میں پھیلی برائیوں کوختم کرنے اور مہذب معاشرے کی تشکیل میں اخبارات اہم کردار اداکرتے ہیں۔ کسی بھی قوم کے ذوق و مزاج اوراحساس ووجدان کی تبدیلی میں اخبار بڑااہم اور مؤثر رول ادا کرتا ہے۔اخبار جوفکروذہن دیتاہے،راے عامہ ادھر ہی ہموار ہواکرتی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اسی اخبار نے بہت سارے باجبروت سلاطین کی حکومتوں کے تختے پلٹ کر رکھ دیے، چھوٹے حکمراں، شہنشاہ ہنداکبر کی تلوار سے زیادہ اس کے نورتن ابوالفضل کے قلم سے تھرایاکرتے تھے۔اخبار میں دراصل قلم کی طاقت کارفرماہواکرتی ہے۔ اخبارات کے ذریعہ جہاں خبر رسانی کا کام انجام دیا جاتا ہے، وہیں عقائدونظریات کی تبلیغ کے بلندترین مقاصد بھی حل ہواکرتے ہیں۔ لہٰذا اہل سنت و جماعت کے عقائدومعمولات کی تبلیغ وتشہیراوردینی علوم کے فروغ کی خاطر اخبارات کوہراول دستے کے طور پراستعمال کیاجائے۔

اس کاایک طریقہ تویہ ہے کہ جومعاصر اردو،ہندی اورانگریزی اخبارات ہیں،ان سے کثیر تعداد میں اہل سنت وجماعت کے افراد وابستہ ہوں اور گاہے بہ گاہے،علمی وفکری مضمون اور اسلام کی حقانیت پرمشتمل آرٹیکل شائع کیے جائیں۔ان مضامین کی زبان سادہ،اسلوب سنجیدہ اور ان کی پیش کش میں عصریت کاعنصر زیادہ سے زیادہ شامل ہوناچاہیے۔

دوسرا طریقہ: اہل سنت وجماعت کے کچھ باذوق اور بلندہمت اشخاص مل کرایک ایسی تنظیم قائم کریں جس کی طرف سے روزنامہ اخبار شائع ہو، جس میں خبروں کے ساتھ ساتھ سنی علما کے بیانات اور مذہبی سوال وجواب کااہتمام بھی ہو۔اورایسے افراد بھی تیار کیے جائیں جوعلاقائی زبان مثلاً بنگالی، مراٹھی، تمل، گجراتی وغیرہ زبانوں پر عبور رکھتے ہوں اوران علاقائی زبانوں میں اسلامی تعلیمات پرمشتمل مضامین اور لٹریچرس شائع کریں۔

آج کل آن لائن اخبار پڑھنے کارواج بڑھتاجارہاہے۔ بعض ملکوں میں توآن لائن ہی اخبار

پڑھے جاتے ہیں ،اردو کے لیے یہ میدان ابھی خالی ہے۔علماے کرام،مشائخ عظام اور دیگر ذمہ داران اہل سنت اس جانب متوجہ ہوں۔

(۲) پندرہ روزہ وماہانہ میگزین: ان کے ذریعہ بھی علم دین کو فروغ دیا جاتا ہے،حالات حاضرہ کے ابھرتے مسائل قارئین تک پہنچائے جاتے ہیں اوران کو حل کرنے کی تجویز عمل میں لائی جاتی ہے۔یہ پرنٹ میڈیا کا دوسرا موثرترین ذریعہ ہے۔فی الوقت ماہناموں کی دنیامیں اہل سنت کے چند رسالے بہت زیادہ مقبول ہیں ،جن میں ماہنامہ اشرفیہ،مبارک پور کا ایک منفرد مقام ہے۔باقی دیگر رسالوں کی حالت بہت ہی نازک ہے۔ان کی حالت بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔

میگزین ہرعلاقائی زبان میں نکالے جائیں تاکہ ہرخطے اور صوبے کے لوگ اسلامی علوم سے واقف ہوسکیں۔

یہ میگزین اور جرائدو رسائل مفت تقسیم کرنے کی کوشش کریں۔اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے دس نکاتی پروگرام میں سے یہ بھی ہے کہ ”آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاًفوقتاًہرقسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بہ قیمت وبلاقیمت روزانہ یاکم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔“[1]

الیکٹرانک میڈیا: اس کے تحت ریڈیو،آڈیو/ویڈیو کیسٹس،ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ وغیرہ آتے ہیں جن میں سے ہرایک کی اپنی الگ الگ خصوصیات ہیں اورسبھی اسلام کی ہمہ گیر نشرواشاعت میں غایت درجہ معاون ہیں۔اس کا اجمالی تعارف قارئین کی خدمت میں پیش ہے:

(۱) ریڈیو: اس کے ذریعہ اسلام اورتعلیمات اسلام کواچھی طرح سے عام کیا جاسکتا ہے۔ اربابِ علم واصحابِ ثروت اس جانب متوجہ ہوں کہ وہ اپنااسلامی ریڈیو اسٹیشن قائم کریں۔یاکم ازکم کسی دوسرے اسٹیشن کے ذریعہ ایک آدھ گھنٹہ اسلامی پروگرام نشرکریں،خواہ روزانہ ہو یا ہفتہ وار۔

(۲) آڈیو اورویڈیو کیسٹس: یہ نہایت قیمتی ذرائع ہیں۔مختلف علما کی تقاریر کی کیسٹیں لوگوں تک پہنچائیں اورانھیں ترغیب دی جائے کہ وہ پورے ہفتہ میں سے ایک دن تقریر کی کیسٹ سنیں۔ اسی طرح گاڑیوں کے ڈرائیوروں کو بھی اس بات پرابھاریں کہ وہ سفرکرتے وقت گانوں کی جگہ علماے کرام کی تقاریر سنیں۔

---

(۱) فتاویٰ رضویہ،ج:۱۲،ص:۱۳۳

(۳) ٹیلی ویژن: علم دین کی اشاعت میں اس کا استعمال بھی بہت کار آمد ہے؛ کیوں کہ یہ شہر سے لے کر دیہات تک پھیل چکا ہے اور سب کو اپنا گرویدہ بنا چکا ہے۔ اسے مرد، عورت، بچے اور بوڑھے ہر طرح کے لوگ دیکھتے ہیں۔ موقع کو غنیمت جان کر اسلام مخالف افراد اس کے ذریعہ اسلام کے خلاف سازش رچ رہے ہیں اور ساتھ ہی معاندین اہل سنت اس کا استعمال کر کے سادہ لوح مسلم طبقہ پر غلط اثرات مرتب کر رہے ہیں۔ اس لیے ضرورت ہے کہ ہم سنی لوگ بھی اسے دعوت و تبلیغ کا ذریعہ بنائیں اور ہر طبقہ کے لوگوں تک تعلیمات اسلام پہنچائیں اور لوگوں کے غلط نظریات کا ازالہ فرمائیں۔

(۴) ایس، ایم، ایس: آج کل موبائل کا کثرت سے استعمال ہو رہا ہے۔ اور ہر ایک فرد خواہ وہ کسی بھی لیبل کا ہو موبائل اس کی زندگی کا ایک حصہ بن گیا ہے، بغیر اس کے کسی کو چین وسکون نہیں ملتا ہے۔ ضرورت ہے کہ ہر صوبہ اور ہر ضلع سے ایک اسلامی ایس، ایم، ایس گروپ قائم کیا جائے جن کی طرف سے روزانہ کم سے کم دو مذہبی ایس، ایم، ایس ہر موبائل فون میں ارسال کریں جو مسائل ضروریہ اور عقائد صحیحہ پر مشتمل ہو۔

(۵) ٹال فری نمبر: (Tall FreeNumber) آج تقریباً ہر مذہب کے لوگ ایک آفس (ٹال فری نمبر سے) قائم کر کے مختلف علاقوں میں اس کا نیٹ ورک پھیلا چکے ہیں۔ جس میں دو تین افراد ۲۴؍ گھنٹہ، اس انتظار میں بیٹھتے ہیں کہ کہیں سے کوئی کال آئے تو اسے اپنے عقائد سے روشناس کرایا جا سکے۔

مگر ہم اہل سنت و جماعت کے یہاں کوئی ایسا نظام اب تک قام نہیں ہو سکا ہے، جس میں دینی تعلیمات اور اسلام کا صحیح مفہوم پیش کرنے کے لیے دو تین افراد کال کا انتظار کریں۔ اور اہل سنت و جماعت کو فروغ دے سکیں اور لوگوں کے الجھے مسائل کو سلجھا سکیں۔

اس لیے ہمارے علمائے کرام، اہل ثروت اور دیگر مسلمانانِ اسلام، خاص طور سے اس جانب متوجہ ہوں اور جلد از جلد اس کمی کی تلافی کی جائے۔

(۶) انٹرنیٹ: معاصر میڈیا میں سب سے مؤثر، تیز اور ترقی یافتہ ذریعہ ہے۔ جس نے پوری دنیا میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔ ایسے وقت میں مذہبی امور، دینی علوم اور دینی درس گاہیں اس سے بے نیاز نہیں رہ سکتیں اور نہ انھیں رہنا چاہیے۔ اس کے ذریعہ دعوت و تبلیغ کا کام بہت آسان ہو گیا

ہے۔ دعوت وتبلیغ کے لیے انٹرنیٹ کا استعمال نہ کرنا حالات کے تقاضوں سے چشم پوشی کرنا ہے۔ اس سے بہتر اور کیا ہوسکتا ہے کہ ایک بٹن دبائیے اور اپنا پیغام پوری دنیا کو سنائیے۔

آج انٹرنیٹ پر موجود اسلام مخالف ویب سائٹس کی تعداد حد شمار سے تجاوز کر چکی ہے۔ ان کے ذریعہ یہودیت وعیسائیت کو فروغ دیا جارہا ہے اوراسلام کی حقانیت کو داغدار کیا جارہا ہے۔ دوسری طرف فرق باطلہ اپنے مذہب کی اشاعت میں اور سادہ لوح مسلمانوں کو اہل سنت کے عقیدہ سے ہٹاکر بدعقیدہ بنانے میں مسلسل جدوجہد کررہے ہیں۔ صحیح اسلامی تعلیمات کو مسخ کرکے اسلام کے نام سے نشر کیا جارہا ہے۔ہادی اعظم ﷺ کی شان میں گستاخی اور توہین آمیز ویڈیو، فلم بناکر نیٹ پر چھوڑا جارہا ہے۔

اسی طرح اسلام کے خلاف بے جا اعتراضات کرکے فرزندان اسلام کو،اسلام سے بدظن کرانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ چند سال پہلے ایک سائٹ پر ٹرو قرآن (True Qur'an) کے نام سے مصنوعی قرآن اَپ لوڈ کیا گیا۔جس میں قرآن حکیم کے طرز پر عیسائی عقائد کے مطابق سورتیں بنائی گئی تھیں۔العیاذ باللہ

غرض کہ آئے دن انٹرنیٹ کے ذریعہ کسی نہ کسی طرح توہین اسلام کرکے مسلمانوں کے جذبات کو برانگیختہ کیا جاتا ہے،فسادات برپاکرکے مسلمانوں کی جان،مال،عزت وآبرو کو پامال کیا جاتا ہے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ جب ایک عام مسلمان،نومسلم یا غیرمسلم شخص اسلامی معلومات حاصل کرنے کے لیے مذکورہ سائٹس پر جائے گا تو وہاں پیش کی گئیں گمراہ کن تعلیمات سے متاثر ہوگا یا نہیں؟ ہاں!وہ ضرور متاثر ہوگا۔کیا عام افراد حق وباطل کی آمیزش میں تمیز کرسکتے ہیں؟ کیا عہد حاضر کے سب سے بڑے فتنے سے نوجوان نسل کو بچانا ہماری ذمہ داری نہیں؟ کیا انٹرنیٹ پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہمارا حق نہیں؟ ہے اور ضرور ہے، اس لیے ضرورت ہے کہ ہم بھی انٹرنیٹ کا استعمال کریں۔ اس کے ذریعہ اسلام کی مثبت طریقے سے تبلیغ واشاعت کی جدو جہد کریں اور علم دین کی اشاعت میں ہمیشہ کوشاں رہیں۔

انٹرنیٹ پر صحیح اسلامی تعلیمات عام کرنے کے لیے چند اہم اور کارآمد نکات وہدایات دیے جاتے ہیں،جن کا استعمال اس خلا کو کافی حد تک پُر کرسکتے ہیں۔

• انٹرنیٹ پر قرآن کے تراجم وتفاسیر پر مشتمل اہم زبانوں میں ہماری کوئی ویب سائٹ نہیں ہے،جس کی اشد ضرورت ہے۔یہ کام بنیادی کاموں میں سے ہے اور یہ کسی فردِ واحد کے بس کی

بات نہیں۔ کوئی ادارہ یا تنظیم اس کارِ خیر کی طرف توجہ دے تو بڑا کام ہو سکتا ہے۔

• اہم زبانوں میں احادیث پر مشتمل مکمل، جامع اور مستند ویب سائٹس کی بھی ضرورت ہے۔ آج غیر مقلدین اور باطل فرقے، کتبِ احادیث میں تحریف کرکے اپنے مسلک کو حق ثابت کرنے پر تلے ہیں۔ ضرورت ہے کہ تمام اہم بڑی زبانوں میں کتب احادیث کے ترجمے اور شرحیں انٹرنیٹ پر آن لائن موجود ہوں اور اس کی "سی،ڈی" بنا کر بھی عام کیا جائے۔

• ہم صحیح العقیدہ اہل سنت کی سیرت نبوی پر مشتمل کوئی ویب سائٹ نہیں۔ ضرورت ہے کہ سیرت نبوی پر ایک مکمل و جامع سائٹ اہم زبانوں میں تیار کی جائے۔

• دعوتِ دین سے متعلق ایک بھرپور، جامع و مکمل سائٹ بنائی جائے۔ جہاں پر اسلام کی دعوت و تبلیغ کی اہمیت، دعوت و تبلیغ کے طریقے، داعیان اسلام کے تذکرے، غیر مسلموں پر دعوتِ اسلام کے اثرات، نومسلموں کے اسلام قبول کرنے کے بعد کے تاثرات وغیرہ مندرج ہوں۔

• کچھ سائٹس غیر مسلموں میں اسلام کے تعارف کے لیے مخصوص کریں اور کچھ "اسلام کے مطابق آپ کا عمل کیسا ہو؟" کے عنوان کے تحت ہو۔ جس کے ذریعہ بتایا جائے کہ کیسے نماز پڑھیں؟ روزہ کب سے کب تک رکھیں؟ زکوٰۃ کیسے نکالیں؟ کھانے، پینے کا اسلامی طریقہ کیا ہے؟ وغیرہ۔

• اسلامی خدمات اور علمی فروغ کے تعلق سے ایک سائٹ "فقہ و فتاویٰ" کے لیے مخصوص ہو۔ جس کو "عالمی دارالقضا" کی سائٹ سے مربوط کیا جائے جس میں عالم اسلام کے علما اور مفتیان کرام شریک ہوں۔

• عموماً انٹرنیٹ میں سب سے زیادہ مقبول **فیس بک** اور **ٹیوٹر** ہیں زیادہ تر لوگ انہیں کا استعمال کرتے ہیں۔ اس لیے نوجوانوں کی اصلاح کے لیے علمائے کرام، خاص کر نوجوان علما اپنا اکاؤنٹ ان سائٹوں پر بنائیں اور لوگوں تک علم دین کی اشاعت کریں۔

ان تجاویز کے علاوہ اور بھی طریقے اسلام اور تعلیماتِ اسلام کے فروغ کے لیے ہیں۔

آخری بات: ایسا نہیں کہ انٹرنیٹ پر صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کا کوئی کام نہیں، دین اسلام اور دینی علوم کی ترویج و اشاعت کے لیے کوئی ویب سائٹ نہیں بنائی گئی، بلکہ ہے اور بلا شبہ ہے۔ مگر ہمارا یہ کام آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ چند مفید و کارآمد ویب سائٹس کے نام درج کیے جاتے ہیں جو دین و سنیت کی ترویج و اشاعت میں سرگرم ہیں۔ ان کے علاوہ کثیر تعداد میں ویب سائٹس

ہیں،انٹرنیٹ پر تلاش (Search) کرکے ان تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

سنیوں کے کچھ اہم ویب سائٹس:

(1) www.aljamiatulashrafia.org
(2) www.imamahmadraza.net
(3) www.alahazratnetwork.org
(4) www.madni.org
(5) www.dawateislami.net
(6) www.trueislam.info
(7) www.ja-alhq.com

⑨عصری دانش گاہ:

عصری تعلیمی اداروں (اسکول، کالج، یونیورسٹی) میں تعلیم پارہے بچے، بچیوں کی ذہنی تربیت بہت ضروری ہے۔ آج یہ ادارے ایک آزاد خیال طبقہ کو جنم دے رہے ہیں اور یہاں کے فارغین (Graguated) کا اپنے دین و مسلک سے محض رسمی تعلق باقی رہ گیا ہے۔ اگر زیادہ دنوں تک یہی صورت حال قائم رہی اور منصوبہ بند تعلیم وتربیت کے ذریعہ نئی نسل کو ذہنی واخلاقی اعتبار سے مسلمان نہیں بنایا گیا تو ممکن ہے کہ آنے والی نسلیں کلی طور پر ہمارے ہاتھوں سے نکل جائیں گی۔

ایسا نہیں ہے کہ ان طلبہ کے اندر مذہبی دلچسپی نہیں رہتی ہے اور ان کو سنبھالنا بہت مشکل ہوگیا ہے۔ ذیل میں عام طلبہ کے مذہبی رجحانات اور دعوتی امکانات درج ہیں:

• عام مسلم طلبہ کی حالت ایسی ہے جو عام مسلم عوام کی ہے۔ یعنی وہ دین کو جاننا چاہتے ہیں مگر اختلافات کو پسند نہیں کرتے، وہ نماز ادا کرنا چاہتے ہیں مگر امام کی تحقیق نہیں کرنا چاہتے۔ جہاں جی چاہا نماز پڑھ لی۔

• عام طور سے اکثریت ان طلبہ کی ہوتی ہے، جو اسلامی گھرانوں سے تعلق تو رکھتے ہیں مگر خود اسلامی اصولوں سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ جب شعور بالغ ہوتا ہے تو اپنے مذہب کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

• یونیورسٹی میں رمضان کے مہینے میں طلبہ کے اندر اسلامی رجحانات بیدار ہوجاتے ہیں، امتحانات کے دنوں میں اور رمضان کے مہینہ میں ان کا جوش وخروش دیکھنے کے قابل ہوتا ہے،

وہ اپنے کوایک اچھامسلم بناناچاہتے ہیں ،روزوں کی پابندی،تراویح کااہتمام اور دیگر اعمال صالحہ کی طرف راغب رہتے ہیں۔

• جواہر لال نہرو یونیورسٹی ،دہلی میں رمضان کا مہینہ آنے کے ساتھ ہی مسلم طلبہ اپنے افطار وسحری کے انتظامات،انتظامیہ کے تعاون سے کرتے ہیں اور تراویح کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔

• مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ کاحال تو یہ ہے کہ رمضان میں ڈائننگ ہال کاسسٹم بھی روزہ دار ہو جاتا ہے۔جس کی وجہ سے غیر مسلم طلبہ کو دشواریوں کا سامنا بھی ہوتا ہے۔

یہ عام طلبہ کے مذہبی رجحانات مختصراًبیان ہوئے۔ان میں سے بعض رفتارزمانہ کے لحاظ سے عصری علوم کے حصول میں مصروف ہیں تو دیگر طلبہ عصری علوم حاصل کرنے اور اسلامی تعلیمات جاننے میں بھی شوق ودلچسپی رکھتے ہیں۔بروقت جوفرد یا تنظیم ان کی رہنمائی کردے وہ ان کے ہم نوا اوران کے مداح ہوجاتے ہیں،مذہبی معلومات میں انھیں اپنامسیحااورامام تصور کرتے ہیں، کیوں کہ فطرت کاتقاضاہے کہ بھوک کے وقت غذافراہم کرنے والے کومحسن تسلیم کیا جاتا ہے۔

بدعقیدہ اور غیر مقلدین ہمیشہ ایسے موقع کی تلاش میں رہتے ہیں اور جیسے ہی کوئی لمحہ میسر آتا ہے،فوراً انھیں اپنے جال میں پھنسالیتے ہیں۔خوش عقیدہ طلبہ کوبدعقیدہ بنادیتے ہیں اوران پر ایساجادوکرتے ہیں کہ وہ نہ صرف اپنے نظریات سے منحرف ہوتے ہیں،بلکہ ان کے فاسد خیالات کے حامل ہوکراب خودان کی تبلیغ میں لگ جاتے ہیں۔

قابلِ مبارک باد ہیں مدارسِ اہل سنت کے وہ طلبہ جو یونیورسیٹیوں کی طرف رخ کرکے قرآن واحادیث کے درس کے ذریعہ،ان سادہ لوح فرزندانِ توحیدورسالت کودینی علوم سے روشناس کرا رہے ہیں۔اورانھیں ان باطل فرقوں کے حقائق سے خبر دار کررہے ہیں۔مگر یہ عمل بہت ہی مختصر ہے اس طرف خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

ذیل میں کچھ اہم ہدایات قلم بند کیے جارہے ہیں۔ان پر کاربند ہوکرحتی الوسع اپنا اثرو نفوذ، عصری اداروں پر قائم کیاجاسکتاہے۔

• سنی مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ کثیر تعداد میں یونیورسٹیوں کارخ کریں۔وہاں سے سندیں حاصل کرکے عصری اداروں میں ملازمت کے مجاز ہوں،اس نیت سے کہ بھولے بھالے مسلم طلبہ کودینی شعور و آگہی سے آراستہ کیاجائے،بدمذہبیت اورانھیں بدعقیدگی کے گڑھے میں

کرنے سے بچایا جائے۔

• مسلمان بچوں کی مذہبی اور اصلاحی ترقی کے لیے ایک شارٹ کورس کا انتظام کیا جائے اس کے لیے باضابطہ ہر محلے میں "انسٹی ٹیوٹ" کا قیام عمل میں لایا جائے؛ جس میں ہر شام کو اسلامی تعلیم دی جائے۔ اسی طرح سنیچر اور اتوار کو مسجد یا انسٹی ٹیوٹ میں ایک چھوٹا سا پروگرام رکھیں؛ جس میں سوال و جواب اور عقائد کے تعلق سے مفید باتیں بتائی جائیں۔

• گرمی کی چھٹی (مئی) میں پورا مہینہ اسکول کے بچوں کو اسلامی تعلیم سے روشناس کرایا جائے۔ اس کے لیے مدارس اسلامیہ میں اور مسجد میں باضابطہ کلاس رکھا جائے۔

• سنت کی حفاظت وصیانت کے لیے بہت ضروری ہے کہ ہمارے علما اور عوام اپنے علم اور مال کی قربانی دے کر اپنے اسلاف اور بزرگوں کے نام پر اسکول اور کالج قائم کریں۔ مثلاً غوث اعظم یونیورسٹی، غریب نواز انٹر کالج، اعلیٰ حضرت ہائی اسکول، حافظ ملت انسٹی ٹیوٹ وغیرہ؛ جس میں عصری علوم کے ساتھ ساتھ، دینیات کو اہم سبق (Chapter) کی حیثیت سے شامل کریں۔

⑩ درہم و دینار (مال و زر):

علم دین کی ترویج و اشاعت کے اسباب و ذرائع میں سب سے اہم اور بہتر ذریعہ درہم و دینار ہے۔ دینی کام میں اس کی کتنی ضرورت ہے یہ اربابِ علم اور اہل خیر حضرات بخوبی جانتے ہیں۔

اب تک جتنے ذرائع سامنے آئے ہیں ان میں سے ہر ایک میں اس کی ضرورت اور اشد ضرورت ہے بغیر اس کے "خیالی پلاؤ" تو پکایا جا سکتا ہے مگر عمل نہیں ہو سکتا۔ عہد رسالت و عہد صحابہ میں بھی اس کی اہمیت مسلم تھی، آقا ﷺ کا ارشاد: "آخر زمانے میں دین کا کام بھی درہم و دینار سے چلے گا" اس کی اہمیت کو اور اجاگر کر دیتا ہے۔

حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ مال و زر کی اہمیت کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

كان المال فى مامضىٰ يكره فأماليوم فهوتُرسُ المؤمن وقال لولاهذه الدنانيرلتمندل بناهؤلاءالملوك وقال من كان فى يده من هذه شيئ فليصلحه فانه زمان إن احتاج كان أول من يبذل دينه وقال الحلال

لا یحتمل السرف رواہ فی شرح السنة. (۱)

ترجمہ:یعنی مال گزشتہ زمانہ میں ناپسند سمجھا جاتا تھا،لیکن اب تو مال مومن کے لیے ڈھال ہے۔اور فرمایا اگر یہ اشرفیاں نہ ہوتیں تو یہ بادشاہ ضرور ہمیں رومال بنالیتے۔فرمایا جس کے پاس کچھ دولت ہو وہ اسے سنبھالے،بڑھائے کیوں کہ یہ وہ زمانہ ہے کہ اگر کوئی محتاج ہوجائے تو جو چیز وہ پہلے خرچ کرے گا وہ اس کا دین ہوگا،نیز فرمایا حلال مال میں فضول خرچی کی گنجائش نہیں۔

ملاعلی قاری،امام احمد کے حوالے سے یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:

"یاتی علی الناس زمان لاینفع فیه ألاالدرهم والدینار. هذا وقد قیل:الدراهم للجراحات مراهم." (۲) یعنی لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں درہم ودینار ہی فائدہ مند ہوں گے۔کہا گیا ہے کہ درہم زخموں کے لیے مرہم ہے(یعنی دراہم کے ذریعہ مصیبتوں کو بآسانی دور کیا جاسکتا ہے)۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رقم طراز ہیں:"یعنی اب اس زمانہ میں مالِ حلال،بہت سے گناہوں سے بچنے کا ذریعہ ہے"۔چند سطر کے بعد یوں لکھتے ہیں:"مال کی قدر کرے،خصوصًا عالم دین کے لیے بہت ہی ضروری ہے،کہ مال دار عالم کے وعظ میں تاثیر اور ہی ہوتی ہے۔" (۳)

مال کی اہمیت حدیث مذکورہ سے واضح ہوئی،اس سے یہ معلوم ہوا کہ جہاں مال غیروں کے لیے اہم ہے وہیں عالم دین کے لیے بھی اہم ہے۔کیوں کہ عالم کا کام علم دین حاصل کرکے اس کو فروغ دینا ہے،اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ اپنے کو مالی اعتبار سے مضبوط کرلے؛کیوں کہ مال کی فکر میں مبتلا ہوکر دین کی اشاعت ممکن نہیں۔اس لیے کہ غریب علما پر ظلم وزیادتی ہوتی ہے،اُمرا انھیں اپنا غلام سمجھتے ہیں،ان سے روپے دے کر غلط فتویٰ لکھوانے کی کوشش کرتے ہیں،غریب اماموں سے روپے دے کر ناجائز نکاح پڑھوائے جاتے ہیں۔

ضروری ہے کہ علماے کرام اپنے کو جہاں علم سے مضبوط رکھیں، وہیں مالی اعتبار سے بھی

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح،باب استحباب المال والعمر للطاعة،ص:٤٥١

(۲) مرقاۃ،شرح مشکوٰۃ،ص:٤٧٤

(۳) مرأۃ المناجیح،ج:۷،ص:١٠٤

مضبوط ہوں۔ ورنہ علم حاصل کرنے کا عظیم مقصد پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔

علم دین کے فروغ کے لیے اہل خیر حضرات سے اپیل: علم دین کی اشاعت میں اہم رول اغنیاے اسلام و رؤساے ملت کا ہوا کرتا ہے، کہ انھیں کے مالوں سے دین کا اہم ترین کام بآسانی ہوتا ہے۔ علمی کام میں رکاوٹ عموماً مالی اعتبار سے پیدا ہوتی ہے۔ اتنا روپیہ نہیں ہوتا کہ دین کا بڑا سے بڑا کام کیا جاسکے۔ ایسا اس لیے ہے کہ ہمارے اصحاب ثروت دنیا داری میں اس قدر پڑ گئے ہیں کہ احکام شریعت سے بالکل نابلد ہو چکے ہیں۔ زکوٰۃ جو ان پر فرض ہے نکالتے ہی نہیں، اگر بعض نے نکالا بھی تو ضروریات اس قدر وسیع ہیں کہ وہ مالِ زکوٰۃ اس کے لیے ناکافی ثابت ہوتا ہے۔ اگر ہمارے اصحاب ثروت ایمان داری کے ساتھ زکوٰۃ نکالنے لگیں تو یہ دشواری کبھی پیش نہ آئے گی اور علمی اشاعت زور وشور سے ہوگی۔ علما کا کام اپنے علم سے لوگوں کو فائدہ پہنچانا ہے اور اغنیا کا کام علماے کرام کی مالی اعتبار سے معاونت کر کے دینی مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے دس نکاتی پروگرام میں ان علماے کرام وطالبان علوم نبویہ کے تعلق سے یہ مذکور ہے کہ۔

"(۱) طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں۔

(۲) مدرسین کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کاروائیوں پر دی جائیں۔

(۳) حمایتِ مذہب و ردِّ بدمذہباں میں مفید کتب ورسائل، مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں"۔[۱]

بلاشبہ یہ خطاب اہل سنت وجماعت کے ہر ایک فرد سے ہے مگر پھر بھی خاص کر ایسے بلند ہمت اور باذوق افراد سے ہے جو اپنے جگر میں دین وسنیت کا درد رکھ کر مالی امداد وتعاون سے علم دین کو فروغ دے سکتے ہوں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اس مشن کو آگے بڑھانا ہم سب کی ذمہ داری ہے اور خاص کر اہل سنت کے اغنیا کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے مال سے اس کو فروغ دیں ان شاء اللہ اعلیٰ حضرت کی روح خوش ہوگی اور فیضان اعلیٰ حضرت ہم سب پر ہمیشہ رہے گا۔

ذیل میں علمی اشاعت کے لیے امداد وتعاون کے مناسب طریقے درج کیے جاتے ہیں کہ

(۱) فتاویٰ رضویہ، ج:۱۲، ص:۱۳۳

اہل ثروت اپنے مال وزر انہیں طریقوں سے تعاون کرنے کی کوشش کریں۔

• زکوٰۃ ودیگر عطیات مدارس اسلامیہ کو دیں۔کیوں کہ یہیں سے اربابِ علم ودانش کا قافلہ مختلف پلیٹ فارم پر کام کرنے کا ہنر حاصل کرتا ہے۔اس کی چند صورتیں ہیں:

ایک یا دو مدرس(ٹیچر) کی تنخواہ(Sallery) کی ذمہ داری قبول کریں۔

طالب علم کا ماہانہ خرچ برداشت کریں۔

درسی وغیر درسی کتابیں(قرآن،حدیث وفقہ اسلامی) مدارس میں وقف کریں۔

• کسی تصنیفی ادارہ میں دیں کہ آپ کے ذریعہ کتابیں شائع ہوسکیں۔

• غریب وبے بس لوگوں کی امداد کریں۔اوران کے بچوں اور بچیوں کو اسلامی اسکول ومدارس میں داخلہ کرائیں اوران کا خرچ برداشت کریں۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سارے طریقے ہیں،غور وخوض کرلیں اوران کے مطابق کام کریں۔

آخری بات: خلاصۂ کلام یہ کہ دعوت وتبلیغ اور علم دین کی نشر واشاعت کے لیے منظم طریقے اور سائنٹفک اصول اپنانے کی ضرورت ہے تاکہ ہماری دعوتی مساعی مفید اور بارآور ثابت ہوں۔ حالات کے تقاضوں سے چشم پوشی،دانش مندی کے خلاف اور دعوتی طریقۂ کار سے لاعلمی کی دلیل ہے۔اب وقت اور حالات کافی بدل چکے ہیں۔"در حیث دار الزمان" کے مطابق وقت اور زمانے کے تقاضوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو دین متین کا سچا اور بے لوث خادم بنائے۔ (آمین)

مغربی بنگال کے شہر کولکاتا کے قلب میں
علم وفضل اور دینی تعلیم وتربیت کے دوعظیم ادارے

دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ

نوری مسجد، ۷/ا بی، تلجلا روڈ، کولکاتا-۷۰۰۰۴۶

و جامعہ عبد اللہ ابن مسعود

۹۲/ویسٹ چوباگا (اے/۱۵، گلشن کالونی) کولکاتا-۷۰۰۱۰۰

الحمدللہ! تقریباً ۱۴/سالوں سے علم دین کی ترویج واشاعت میں مصروف عمل ہیں، اور جن کے ماتحت بنگال کے علاوہ دوسرے صوبہ جات میں کئی دینی وعلمی مراکز اور ادارے چل رہے ہیں۔ خصوصاً دارالعلوم قادریہ معتبریہ، بشرام پور، امام گنج، گیا (بہار) کا نام سرفہرست ہے۔

شعبہ جات: (۱)- درجۂ عالمیت، جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے نصاب کے مطابق۔ (۲)- درجۂ حفظ مع درجۂ اطفال مقامی۔ (۳)- نوری دارالافتا۔ (۴)- مجلس اصحاب قلم برائے تصنیف وتالیف۔ (۵)- تربیت ائمہ مساجد (ایک سال)۔ (۶)- شعبۂ کمپیوٹر وعصری تعلیم۔ (۷)- امام اعظم لائبریری۔

زیر نظامت: حضرت علامہ مفتی محمد رحمت علی قادری مصباحی دام ظلہ العالی 09433295643

اہلِ خیر حضرات سے گزارش ہے کہ ان اداروں کو اپنے خاص تعاون سے نوازکر عنداللہ ماجور ہوں۔

EDARA E MILLAT E ISLAMIA
SBI A/c No. 30593027874

المشتہر

محمد حسنین رضا بن مفتی رحمت علی مصباحی

۸۹/بی، مارٹن پاڑہ (سیکنڈ فلور) کولکاتا ۱۰۰

Desgn. By- Payami- 09235647041